ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

30

www.tanzeem.org

17تا23 ذوالقعدہ 1439ھ/31 جولائی تا6 اگست 2018ء

اس شمارے میں

فلاحی نہیں، اسلامی فلاحی ریاست

توبہ کی عظمت اور تاثیر

مطالعہ کلام اقبال (80)

انتخابی سیاست کے حوالے سے
تنظیم اسلامی کا موقف

بندۂ لات ومنات

اپنے حج کی حفاظت کیجیے!

کسب حلال

ظلم کا سرچشمہ

تاریخ میں انسانوں نے جو مختلف سیاسی نظام آزمائے ہیں ان کے نتائج بتاتے ہیں کہ حکمرانی کو اصل آفت جو لے ڈوبتی ہے وہ ظلم ہے۔ ظلم کا سرچشمہ استبداد وآمریت ہوتا ہے۔ استبداد وآمریت یہ ہے کہ حکمرانوں کے دلوں سے کسی ایسی پہرہ دار طاقت کا خوف اٹھ جائے جو ان کی عظمت سے بھی عظیم تر ہو، ان کی قوت سے بھی قوی تر ہو اور ان کے اثر ونفوذ سے بھی زیادہ مؤثر اور کارگر ہو۔ اس کے نتیجے میں ان کے اندر سرکشی کا طوفان ابل پڑتا ہے۔ وہ صرف اسی 'شریعت' کی پابندی کرتے ہیں جسے وہ خود بناتے ہیں۔ وہ کسی ایسی قانون ساز اتھارٹی کے آگے سرنگوں نہیں ہوتے جس کا اقتدار ان کے اقتدار سے بالاتر ہو۔ نہ قوم کا مجموعی ارادہ ان کے آگے بند باندھ سکتا ہے اور نہ رعیت کی حریت کے لئے قائم کوئی دیوار ان کی جولانیوں کو محدود کر سکتی ہے۔ وہ تمام اخلاقی اور قانونی تقاضے پامال کر دیتے ہیں۔ سطوت وعصبیت کے بے لگام جذبات کے سوا ان کے دامن میں کوئی قدر باقی نہیں رہتی۔

اگر ہم ان اقوام کے حالات کا عمیق مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ ربانی ہدایت کو نظرانداز کرنے کی وجہ سے وہ ظلم وجور کا لقمہ بنیں۔ اللہ کی شریعت کو چھوڑ کر انہوں نے خواہش نفس کی پیروی کی اور اپنی سرکشی کی بدولت وہ طاغوت کی حکمرانی کے پھندے میں آ گئیں۔ اس کے مقابلے میں اللہ تبارک وتعالیٰ انسانیت کو تکریم عطا کرتا ہے اور انسان پر اپنی وہ رحمت وعنایت فرماتا ہے جس سے انسان کی ترقی وآبادی میں اضافہ ہوتا ہے اور نجات وفلاح کا راستہ کھل جاتا ہے۔ اس غرض کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے، کتابیں نازل کیں جو انسانوں کی صلاح وفلاح کے لئے دساتیر حیات اور سنگ ہائے میل بنتی رہیں۔

ڈاکٹر عباسی مدنی

الہدیٰ (813)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلنے والا کبھی ناکام نہیں ہوگا

سُورۃُ طٰہٰ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 123 تا

قَالَ اهۡبِطَا مِنۡهَا جَمِيۡعًاۢ بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ‌ ۚ فَاِمَّا يَاۡتِيَنَّكُمۡ مِّنِّىۡ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَاىَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشۡقٰى ۝ وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِكۡرِىۡ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيۡشَةً ضَنۡكًا وَّنَحۡشُرُهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اَعۡمٰى ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرۡتَنِىۡۤ اَعۡمٰى وَقَدۡ كُنۡتُ بَصِيۡرًا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتۡكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيۡتَهَا‌ ۚ وَكَذٰلِكَ الۡيَوۡمَ تُنۡسٰى ۝ وَكَذٰلِكَ نَجۡزِىۡ مَنۡ اَسۡرَفَ وَلَمۡ يُؤۡمِنۡۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ‌ ؕ وَلَعَذَابُ الۡاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبۡقٰى ۝ اَفَلَمۡ يَهۡدِ لَهُمۡ كَمۡ اَهۡلَكۡنَا قَبۡلَهُمۡ مِّنَ الۡقُرُوۡنِ يَمۡشُوۡنَ فِىۡ مَسٰكِنِهِمۡ‌ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى النُّهٰى ۝

آیت ۱۲۳ ﴿قَالَ اهۡبِطَا مِنۡهَا جَمِيۡعًاۢ بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ‌ ۚ﴾ ’’(اس کے بعد) اللہ نے فرمایا کہ تم سب کے سب اس (جنت) سے اتر جاؤ‘ اب تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے۔‘‘

﴿فَاِمَّا يَاۡتِيَنَّكُمۡ مِّنِّىۡ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَاىَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشۡقٰى ۝۱۲۳﴾ ’’تو جب بھی تمہارے پاس آئے میری طرف سے کوئی ہدایت تو جس نے پیروی کی میری ہدایت کی تو نہ وہ بھٹکے گا اور نہ ناکام ہوگا۔‘‘

آیت ۱۲۴ ﴿وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِكۡرِىۡ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيۡشَةً ضَنۡكًا﴾ ’’اور جس نے میری یاد سے اعراض کیا تو یقیناً اس کے لیے ہوگی (دنیا کی) زندگی بہت تنگی والی‘‘

ایسا شخص دُنیوی زندگی میں اطمینان اور راحت سے محروم کر دیا جائے گا۔ پیاس کے مریض کی طرح (کہ وہ جتنا چاہے پانی پی لے اس کی پیاس ختم نہیں ہوتی) ایسے شخص کی ہوس کبھی ختم نہ ہوگی۔ کروڑوں حاصل کر کے بھی مزید کروڑوں کی خواہش اس کا چین اور اطمینان غارت کیے رکھے گی۔

﴿وَّنَحۡشُرُهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اَعۡمٰى ۝۱۲۴﴾ ’’اور ہم اٹھائیں گے اسے قیامت کے دن اندھا (کر کے)۔‘‘

آیت ۱۲۵ ﴿قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرۡتَنِىۡۤ اَعۡمٰى وَقَدۡ كُنۡتُ بَصِيۡرًا ۝۱۲۵﴾ ’’وہ کہے گا: اے میرے پروردگار! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا ہے‘ جبکہ میں (دنیا میں) تو بینائی والا تھا۔‘‘

آیت ۱۲۶ ﴿قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتۡكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيۡتَهَا‌ ۚ وَكَذٰلِكَ الۡيَوۡمَ تُنۡسٰى ۝۱۲۶﴾ ’’اللہ فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری آیات تمہارے پاس آئیں تو تم نے انہیں نظرانداز کر دیا‘ اور اسی طرح آج تمہیں بھی نظرانداز کر دیا جائے گا۔‘‘

آیت ۱۲۷ ﴿وَكَذٰلِكَ نَجۡزِىۡ مَنۡ اَسۡرَفَ وَلَمۡ يُؤۡمِنۡۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ‌ ؕ﴾ ’’اور اسی طرح ہم بدلہ دیں گے اُس کو جس نے حد سے تجاوز کیا اور اپنے رب کی آیات پر ایمان نہ لایا۔‘‘

﴿وَلَعَذَابُ الۡاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبۡقٰى ۝۱۲۷﴾ ’’اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ سخت اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔‘‘

آیت ۱۲۸ ﴿اَفَلَمۡ يَهۡدِ لَهُمۡ كَمۡ اَهۡلَكۡنَا قَبۡلَهُمۡ مِّنَ الۡقُرُوۡنِ﴾ ’’تو کیا انہیں اس بات سے کوئی راہنمائی نہیں ملی کہ ہم نے ہلاک کر دیا ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو‘‘

﴿يَمۡشُوۡنَ فِىۡ مَسٰكِنِهِمۡ‌ ؕ﴾ ’’وہ بھی چلتے پھرتے تھے (اسی طرح) اپنی آبادیوں میں۔‘‘

﴿اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى النُّهٰى ۝۱۲۸﴾ ’’یقیناً اس میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے۔‘‘

فرمان نبویؐ

بدگمانی سے بچو

عَنۡ اَبِیۡ هُرَيۡرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنۡهُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: ((اِيَّاكُمۡ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكۡذَبُ الۡحَدِيۡثِ وَلَا تَحَسَّسُوۡا وَلَا تَجَسَّسُوۡا وَلَا تَنَافَسُوۡا وَلَا تَنَاجَشُوۡا وَلَا تَحَاسَدُوۡا وَلَا تَبَاغَضُوۡا وَلَا تَدَابَرُوۡا وَكُوۡنُوۡا عِبَادَ اللّٰهِ اِخۡوَانًا)) (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’تم دوسروں کے متعلق بدگمانی سے بچو‘ کیونکہ بدگمانی ہی جھوٹی بات ہے۔ تم کسی کی کمزوریوں کی ٹوہ میں نہ رہا کرو‘ اور جاسوسوں کی طرح رازدارانہ طریقے سے کسی کے عیب معلوم کرنے کی کوشش بھی نہ کیا کرو اور نہ ایک دوسرے پر بڑھنے کی بے جا ہوس کرو‘ نہ آپس میں حسد کرو‘ نہ بغض و کینہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے منہ پھیرو‘ بلکہ اے اللہ کے بندو! (اللہ کے حکم کے مطابق) بھائی بھائی بن کر رہو۔‘‘

تشریح: ہمیں چاہیے کہ حسد، بغض اور غیبت جیسی برائیوں سے اپنے دلوں میں افتراق اور اپنی صفوں میں انتشار پیدا نہ کریں بلکہ آپس میں اتحاد و اتفاق کے ساتھ بھائی بھائی بن کر رہیں۔

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

17 تا 23 ذوالقعدہ 1439ھ — جلد 27
31 جولائی تا 6 اگست 2018ء — شمارہ 30

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فلاحی نہیں، اسلامی فلاحی ریاست

انتخابات کا انعقاد ہو چکا لیکن 2018ء میں بھی یہ حسرت پوری نہ ہو سکی کہ وطن عزیز میں کوئی ایسے انتخابات ہوں جو شفافیت کے حوالے سے بحیثیت مجموعی غیر متنازعہ ہوں۔ اس مرتبہ پولنگ تو بہت smooth انداز میں ہوئی، بہت کم لڑائی جھگڑے اور فساد سننے میں آئے۔ کوئٹہ میں اگرچہ پھر خون کی ہولی کھیلی گئی، لیکن اس کا انتخابات سے اتنا تعلق نہیں تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ صوبہ بلوچستان ابھی انتشار اور دہشت گردی سے محفوظ نہیں ہو سکا۔ بہرحال پُرامن پولنگ سے کچھ امیدیں پیدا ہوئیں کہ شاید انتخابات کے نتائج کو بھی تمام سیاسی جماعتیں تسلیم کر لیں اور پاکستان میں سیاسی استحکام آ جائے۔ لیکن رات کو نتائج میں تاخیر نے اس حوالہ سے تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ حسبِ معمول جس جماعت کی جیت کے امکانات نظر آ رہے تھے، اسے چھوڑ کر باقی تمام سیاسی جماعتوں نے اس تاخیر پر ایسے خدشات کا اظہار کیا کہ ادارے ایک پارٹی کو جتوانے کے لیے نتائج کا اعلان کرنے میں تاخیر کر رہے ہیں۔ الیکشن کمیشن نے اس تاخیر کا یہ جواز پیش کیا کہ ان کا سسٹم اچانک جواب دے گیا تھا۔ بہرحال ہارنے والے کبھی اور کب مانتے تھے کہ اب مان جاتے۔ 1970ء سے لے کر 2018ء تک پاکستان میں گیارہ مرتبہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے، لیکن سب کی شفافیت پر سوال کھڑے کیے گئے، بعض لوگ 1970ء کے انتخابات کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ واحد انتخابات تھے جنہیں فری اور فیئر کہا جا سکتا ہے۔ ہماری رائے میں وہ خوش فہمی کا شکار ہیں۔ مشرقی پاکستان میں شیخ مجیب الرحمٰن کی عوامی لیگ نے اپنی زبردست مقبولیت کے باوجود رسک نہیں لیا تھا اور وہاں انتخابات کو داغ دار کیا گیا۔ حالانکہ یہ بھی اپنی جگہ پر حقیقت ہے کہ ان تمام انتخابات میں بہت سے حلقوں میں دھاندلیاں ہوئیں لیکن ہماری یادداشت کے مطابق کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ان دھاندلیوں نے مکمل طور پر ایک جماعت سے کامیابی چھین کر ہارنے والی جماعت کے قدموں میں ڈال دی ہو۔ پاکستان میں انتخابات میں فوج کی مداخلت کا بہت ذکر رہتا ہے۔ یہ مداخلت اگرچہ ڈھکے چھپے انداز میں دنیا بھر میں ہوتی ہے لیکن جس عریاں اور بے ڈھنگے انداز میں یہاں ہوتی ہے کہیں اور نہیں ہوتی۔ یہ فوجی مداخلت یقیناً انتہائی قابل مذمت ہے۔ لیکن سیاست دان خود بھی اس کی وجہ بنتے ہیں۔ ہم نے یہ تفصیل ایک جملہ کہنے کے لیے بیان کی ہے اور وہ ہے کہ 2018ء کے انتخابات بھی پاکستان میں سیاسی استحکام پیدا نہ کر سکیں گے۔

ہماری معیشت اور معاشرت پہلے ہی بری طرح بگاڑ کا شکار ہیں۔ اگر انتخابات کے باوجود سیاسی استحکام پیدا نہیں ہوتا تو گویا ہم انسان کی اجتماعی زندگی کے تینوں گوشوں یعنی سیاست، معیشت اور معاشرت میں بری طرح ناکام نظر آ رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم پاکستانی تضادات کا شکار ہیں۔ ہم ہندوؤں سے اس نکتہ پر لڑ کر جدا ہوئے تھے کہ قومیت کی بنیاد جغرافیہ نہیں نظریہ ہے ''مسلم ہے تو مسلم لیگ

میں آ‘‘ یہ مسلم لیگ کا آفیشل سلوگن تھا۔ پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔ نظری طور پر ہم نے قراردادِ مقاصد بھی منظور کر لی‘ لیکن عملی طور پر ہم اسلام کی شاہراہ پر گامزن ہونے کی بجائے اور نظریہ کو عملی تعبیر دینے کی بجائے پاکستانیت کو پختہ کرنے کی کوشش میں لگ گئے۔ ہم نے مغربی پاکستان کے صوبوں کو ضم کر کے ون یونٹ بنالیا اور سمجھا کہ اس سے دل بھی جڑ جائیں گے۔ ہم نے اردو زبان کو قومی زبان قرار دے کر سمجھا کہ اس طرح ذہنی ہم آہنگی پیدا ہوگی۔ ہم نے قومی لباس تراش کر اس کے پہننے پر اصرار کیا کہ اس سے قومی اتفاق اور یگانگت پیدا ہوگی۔ ہم پاکستان کا مطلب بھلا کر پاکستان کو مضبوط کرنا چاہتے تھے‘ لیکن یہ سب مصنوعی جوڑ تھے۔ لہٰذا حقیقی استحکام نہ پیدا کر سکے۔ حالانکہ بات بڑی سادہ اور سیدھی تھی۔ یہ دنیا کا واحد ملک تھا جو اسلام کے نام پر بنا تھا۔ عالم اسلام میں بھی ایسی کوئی مثال نہیں ملتی۔ یہاں اسلامی نظام نافذ کیا جاتا تو مشرقی پاکستان کے بنگلہ دیش بننے کا جواز ہرگز ہرگز پیدا نہ ہوتا۔ زبان‘ لباس، بود و باش کے مختلف ہونے اور جغرافیائی فصل ہونے کے باوجود ہم انسانی ہاتھ کی طرح ہوتے‘ جس کی انگلیاں الگ الگ نظر آنے کے باوجود جڑی ہوتی ہیں اور انگوٹھا اگرچہ نسبتاً دور اور شکل میں مختلف ہوتا ہے لیکن جب یہ مل جل کر کام کرتے ہیں تو یہ ہاتھ جسمانی قوت اور ذہنی استعداد کے اظہار کا بہت بڑا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اتفاق سے پاکستان بھی پانچ صوبوں پر مشتمل تھا لیکن ان میں بسنے والے لوگ قومی اور نظریاتی تقسیم کی وجہ سے کسی سطح پر اور کسی بھی نوعیت کی ہم آہنگی پیدا نہ کر سکے۔ اسلام اور پاکستان کو الگ الگ کر دیا گیا۔ جس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ ہماری توجہ کا مرکز صرف اور صرف اپنی ذات اور اپنا گھرانہ بن گیا۔ لہٰذا خود کو خوشحال رکھنے اور تقویت پہنچانے کے لیے ہم نے پاکستان کو نوچنا شروع کر دیا جس کے ہاتھ جتنے لمبے ہیں اتنی ہی قوت سے وہ پاکستان کو نوچ رہا ہے۔

بہرحال اپنوں اور بیگانوں دونوں کی ٹھوکریں کھا تا زخموں سے چُور پاکستان اب نئے پاکستان والوں کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ نئے متوقع وزیراعظم عمران خان نے ایک اچھی تقریر کی ہے۔ تقریریں پہلے بھی اس قوم نے اچھی اچھی سنی ہیں بلکہ یہ قوم سن سن کر سُن ہو چکی ہے۔ اس بات سے کون اختلاف کر سکتا ہے کہ انسانوں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے، انہیں غربت سے نکالنے کی ضرورت ہے، انہیں علاج اور دوا فراہم کرنے کی ضرورت ہے، انہیں تعلیم دینے کی ضرورت ہے، انہیں سستا اور جلد انصاف فراہم کرنے کی ضرورت ہے، میرٹ کو سختی سے اپنانے کی ضرورت ہے، قانون کی بالادستی کی ضرورت ہے‘ سادگی کو اپنانے کی ضرورت ہے اور قوم کے خزانے کو چوروں اور ڈاکوؤں سے بچانے کی ضرورت ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ زبانی باتوں سے کسی کا پیٹ نہیں بھرے گا‘ اب عمل کی ضرورت ہے۔ سابقہ رہبرانِ قوم بھی گفتار کے غازی تھے، لیکن کردار پیش کرنے میں بُری طرح ناکام رہے۔ امریکہ سے برابری کی سطح پر مذاکرات کی بات کسی قدر خوش کن ہے‘ لیکن اگر ہماری جھولی پھیلی رہی تو پھر برابری ایک خواب ہے۔ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے ہمیشہ اوپر ہوتا ہے‘ برابر نہیں ہوتا۔ مدینہ جیسی ریاست کا دعویٰ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ سوشل جسٹس کا نام یقیناً مدینہ کی ریاست کا ایک اہم وصف اور اہم جز تھا۔ لیکن مدینہ کی ریاست آسمانی حکم کے تابع تھی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے پاک کلام میں درج تمام احکامات کی سختی سے پابند تھی۔ جس میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ پھر یہ کہ ان کے لیے جو کچھ کو مانتے ہیں اور کچھ کا انکار کرتے ہیں دنیا میں ذلت اور آخرت میں سخت ترین عذاب کی وعید ہے۔ سیاسی اور معاشی سطح پر اگر سوشل جسٹس قائم ہو بھی جاتا ہے لیکن معاشرتی اور سماجی سطح پر مغربی تہذیب کا ہی دور دورہ رہتا ہے۔ تو پھر یہاں بھی وہی کچھ ہوگا جو سکینڈے نیوین ممالک میں ہوتا ہے۔ عورتوں کی بے ہنگم آزادی اسی طرح چلتی ہے تو جان لیں کہ اللہ رب العزت نے اپنے پاک کلام میں سیاسی اور معاشی حوالے سے مختصر مگر جامع ہدایات فرمائی ہیں۔ معاشرتی اور سماجی معاملات کو بڑی وضاحت سے اور کھول کھول کر بیان فرمایا ہے۔ مرد اور عورت کا الگ الگ دائرہ کار مقرر کیا ہے۔ اختلاطِ مرد و زن سے منع فرمایا ہے۔ عورتوں کے حقوق کا اسلام زبردست محافظ ہے، لیکن انہیں گھر میں ٹکنے کا حکم دیتا ہے۔ اور عورتوں کے بلاضرورت باہر نکلنے کو پسند نہیں کرتا۔ لہٰذا یہ مساوات‘ آزادی اور شانہ بشانہ کے نعرے نئی تہذیب کے گندے انڈوں کی پیداوار لگ رہی ہے۔ اس سے بچنے کی ضرورت ہے۔ اللہ کو مان لینا کافی نہیں ہوگا‘ اللہ کی ماننے کی ضرورت ہے۔ اسی حقیقی بادشاہ اور مالک کے فضل سے آپ کو یہ منصب حاصل ہوا ہے اور اس وقت تک یہ آپ کے پاس رہے گا جب تک وہ چاہے گا۔ اُس وقت تک ساری دنیا بھی مل کر آپ کی اس حیثیت کو ختم نہیں کر سکتی۔ ہماری نگاہ میں شریف فیملی کے زوال کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ اللہ کا دامن جھٹک کر امریکہ اور دوسری طاغوتی قوتوں کے دامن سے لپٹ گئے تھے۔ قادیانیوں کو بھائی کہنا‘ رام اور رحیم، اللہ اور بھگوان کو ایک قرار دینا، دنیا بھر سے خصوصاً پاکستان سے سیکولر اور الحادی عناصر کو اپنے گرد جمع کر لینا، یہاں تک کہ اللہ اور رسول پر طعن کرنے والوں کی حمایت حاصل کر لینا ان کے گلے پڑ گیا۔ عمران خان شریف فیملی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ اللہ نے دنیا میں ان کی ذلت اور خواری کا اُسے ذریعہ بنایا۔ لہٰذا آپ بھی خبردار رہیں‘ اللہ کا دامن جھٹک کر کسی دوسری طاقت کا دامن تھامنے کی کوشش کی تو آپ کے ساتھ ان سے بھی برا سلوک ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ آپ اپنی تقریر کا آغاز اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ سے کرتے تھے۔ اللہ کی رسی مضبوطی سے تھام لینے کے سوا آپ کے پاس دوسرا کوئی آپشن نہیں۔ آپ پاکستان کو فلاحی ریاست بنانے کی بات کرنے کی بجائے اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی تگ و دو شروع کریں تو اللہ آپ کی مدد کرے گا۔ کم از کم اس مملکت خداداد کا رخ ہی صراطِ مستقیم کی طرف کر دیں اور اس کام کو ایسی مضبوط بنیادیں فراہم کر دیں کہ آنے والے حکمرانوں کے پاس آگے بڑھنے کے سوا کوئی آپشن نہ ہو اور پاکستان صحیح معنوں میں حقیقی اسلامی ریاست بن جائے۔ آمین یارب العالمین!

توبہ کی عظمت اور تاثیر

(آیات قرآنی اور احادیث کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 20 جولائی 2018ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

قارئین محترم! گذشتہ شمارے میں ہم نے توبہ کی ضرورت، اہمیت اور شرائط کا آیاتِ قرآن مجید کی روشنی میں مطالعہ کیا تھا۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات اور احادیثِ رسول ﷺ اس موضوع کے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کرتی ہیں۔ لہٰذا آج ہم توبہ کی عظمت اور تاثیر کے پہلوؤں کا قرآن وحدیث کی روشنی میں مطالعہ کریں گے۔ قرآن مجید میں توبہ کے حوالے سے سب سے اونچا مقام سورۃ الزمر کی یہ آیات ہیں اور یہ مقام ذروۃ السنام کی حیثیت رکھتا ہے۔ فرمایا:
﴿قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿٥٣﴾﴾ ''(اے نبی ﷺ!) آپ کہیے: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا' یقیناً اللہ سارے گناہ معاف فرما دے گا۔ یقیناً وہ بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' (الزمر:53)

یہ قرآن مجید کا سب سے زیادہ امید افزا مقام ہے۔ نوٹ کیجیے کہ یہاں خطاب کن سے ہو رہا ہے اور کس پیرائے میں ہو رہا ہے؟ کتنی اپنائیت کا انداز ہے کہ وہ بندے، جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم ڈھایا، جنہوں نے اللہ کی نافرمانیاں کیں، گناہوں کی کثرت ان کی زندگی میں شامل ہے انہیں اللہ تعالیٰ اپنا بندہ قرار دے رہا ہے، انہی سے خطاب ہے اور انہیں یٰعِبَادِیَ کہہ کر پکارا جا رہا ہے۔ اس آیت کی تشریح میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے بڑی خوبصورت بات لکھی ہے۔ فرماتے ہیں: ''یہ آیت الرحمٰن الرحیم کی رحمت بے پایاں اور عفو و درگزر کی شان عظیم کا اعلان کرتی ہے اور سخت سے سخت مایوس العلاج مریضوں کے حق میں اکسیر شفاء کا حکم رکھتی ہے۔ مشرک، ملحد، زندیق، مرتد، یہودی، نصرانی، مجوسی، بدعتی، بدمعاش، فاسق، فاجر، کوئی بھی ہو آیت ھٰذا کو سننے کے بعد خدا کی رحمت سے بالکل مایوس ہو جانے اور آس توڑ کر بیٹھ جانے کی اُس کے لیے کوئی وجہ نہیں کیونکہ اللہ جس کو چاہے سب گناہ معاف کر سکتا ہے۔ کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا، پھر بندہ ناامید کیوں ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کے دوسرے اعلانات میں تصریح کر دی گئی کہ کفر و شرک کا جرم بدون توبہ معاف نہیں کرے گا لہٰذا ﴿اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ۭ﴾ کو ﴿لِمَنْ یَّشَآءُ﴾ کے ساتھ مقید سمجھنا ضروری ہے۔''

مرتب: ابو ابراهیم

یہ آیت انتہائی امید افزاء ہے کہ بڑے سے بڑا گناہ بھی سرزد ہو جائے تو پھر بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ اتنا غفور ہے، اتنا رحیم ہے کہ سب کے گناہ معاف کر سکتا ہے تو پھر ہماری بھی کوئی ذمہ داری بنتی ہے اور وہ کیا ہے ساتھ ہی اگلی آیت میں بتا دیا کہ:
﴿وَاَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ﴾ ''اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اُس کے فرمانبردار بن جاؤ''

وہی رب ہے، وہی خالق ہے، وہی مالک ہے، اسی نے تمہیں شرف انسانیت بخشا ہے۔ دنیا میں جو نعمتیں ہیں وہ سب اس کی عطا ہیں اور پھر اس کی رحمت دیکھو کہ وہ تمام گناہ بخشنے کے لیے تیار ہے تو پھر تمہاری بھی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ اب اپنا قبلہ درست کرلو، کسی اور کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھ رہے تھے تو اب باز آ جاؤ اور اسی ایک رب کی طرف پورے طور پر متوجہ ہو جاؤ۔ یعنی اس کا ہر حکم مانو اس سے پہلے کہ:
﴿مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿٥٤﴾﴾
''اس سے پہلے کہ تم پر عذاب مسلط ہو جائے' پھر تمہاری کہیں سے مدد نہیں کی جائے گی۔''
﴿وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿٥٥﴾﴾
''اور پیروی کرو اس کے بہترین پہلو کی جو نازل کیا گیا ہے تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اس سے پہلے کہ تم پر عذاب اچانک آ دھمکے اور تمہیں اس کا گمان تک نہ ہو۔''

یعنی ایک تواب آئندہ کے لیے اپنا قبلہ درست کرلو۔ جو تمہارا خالق اور مالک ہے اسی کو رب مانو اور اسی کے احکام کے مطابق زندگی گزارو اور اس کے ساتھ ساتھ قرآن کے ساتھ جڑ جاؤ۔ یہ قرآن اللہ نے ہدایت کے لیے نازل کیا ہے۔ دنیا دارالامتحان ہے، اس امتحان میں کامیابی کے لیے آپ کو ایک گائیڈ بک چاہیے۔ وہ اعلیٰ ترین گائیڈ بک اللہ نے قرآن کی شکل میں عطا کر دی۔ اس کو کھول کر پڑھنے کی ضرورت ہے، اس سے پہلے کہ وقت گزر جائے اور پھر موقع ہی نہ ملے۔ دنیا میں بھی اچانک عذاب ہلاکت آ سکتا ہے اور سابقہ قوموں پر آتا رہا ہے۔ جزوی طور پر اب بھی کسی قوم کے اوپر عذاب آ سکتا ہے اور پھر سب سے بڑا عذاب تو آخرت کا عذاب ہے۔ لہٰذا غفلت میں یا مایوس ہو کر ہمیں سرکشی پر ہی ڈٹے نہیں رہنا چاہیے۔ بلکہ جتنا جلدی ممکن ہو سکے اپنے پیدا کرنے والے اور مالک سے رجوع کرنا چاہیے۔ توبہ کا مطلب ہے پلٹ آنا، واپس آنا۔ اللہ تعالیٰ توقع رکھتا ہے کہ یہ میرے بندے ہیں، یہ میرا حکم مانیں گے، میرے بتائے ہوئے راستے پر چلیں گے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿٥٦﴾﴾
’’اور میں نے نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر صرف اس لیے کہ وہ میری بندگی کریں۔‘‘(الذاریات:56)

مگر انسان بھولا ہوا ہے کہ دنیا میں کس لیے آیا ہے؟ اللہ نے کیوں بھیجا ہے؟ اللہ نے کتابیں کیوں نازل کی ہیں؟ رسول کیوں بھیجے ہیں؟ اسے کوئی پروا نہیں ہے اور حقیقی رب کی طرف توجہ کی بجائے شیطان کو اپنا قبلہ بنا رکھا ہے، کسی نے نفسانی خواہشات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے:﴿اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ط﴾ (الفرقان:43)’’کیا تم نے دیکھا اُس شخص کو جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنالیا ہے؟‘‘

وہ بھولا ہوا ہے اللہ کے احکامات کو، اللہ کی دی ہوئی ہدایت کو اور پھر اسے کسی وقت خود قرآن پڑھنے کی توفیق ملی، یا کوئی درس سنا، کوئی واعظ سنا تو اس کے نتیجے میں پھر انسان اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔یہی توبہ ہے۔ جیسے محاورہ ہے کہ صبح کا بھولا شام کو گھر واپس آجائے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔اسی طرح ہمارا اور ہمارے رب کا باہمی تعلق یہ ہے کہ وہ خالق ہے اور ہم مخلوق ہیں، وہ حاکم ہے ہم محکوم ہیں، وہ آقائے حقیقی ہے ہم غلامِ حقیقی ہیں۔ایک غلام سے آقا یہی توقع کرسکتا ہے کہ وہ اس کا ہر حکم مانے۔آقا کی مرضی کے مطابق سارے کام کرے۔ اگر نہیں کرے گا تو آقا اُسے سزا دے گا۔ایسا دنیا میں بھی ہوتا ہے حالانکہ انسانیت کے ناتے سب انسان برابر ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ تو ربِ کائنات ہے، ہم اس کے غلامِ حقیقی ہیں۔وہ رب کریم ہے، وہ علیٰ کل شیءٍ قدیر ہے، بکل شیءٍ علیم ہے، وہ ہمارا رازق ہے، وہی مشکل کشا ہے، اسی نے مہلت عمر ہمیں عطا کی ہے لہٰذا اس کے احکام کی خلاف ورزی کرنا، اس کے قانون کی دھجیاں بکھیرنا، اس کے خلاف بغاوت کرنا، اس کے دشمنوں کے ساتھ دوستی کی پینگیں بڑھانا کتنا بڑا جرم ہوگا۔لیکن ہمیں احساس ہی نہیں ہے۔اس کے باوجود بھی اس کی رحمت ومغفرت دیکھئے کہ رات کے آخری پہر پکارتا ہے:

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارے مالک اور رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو جس وقت آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے سماءِ دُنیا کی طرف نزول فرماتا ہے، اور ارشاد فرماتا ہے کون ہے جو مجھ سے دُعا کرے اور میں اُس کی دُعا قبول کروں۔کون ہے جو مجھ سے مانگے، میں اُس کو عطا کروں۔کون ہے جو مجھ سے مغفرت اور بخشش طلب کرے میں اسے بخش دوں۔‘‘(متفق علیہ)

گویا انسان کی تمام تر سرکشیوں، بغاوتوں اور بے وفائیوں کے باوجود اس خالق ومالک رب نے توبہ کے دروازے کھول رکھے ہیں۔لہٰذا توبہ کا بہت بڑا مقام ہے اور بہت بڑی عظمت ہے۔اس کا یہ مقام، عظمت اور اس کی ضرورت واہمیت احادیث کی روشنی میں کھل کر واضح ہو جاتی ہے۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:’’جان لو اللہ تعالیٰ کو زیادہ خوشی ہوتی ہے اپنے کسی گناہگار بندے کی توبہ سے جب وہ اس کے حضور توبہ کرتا ہے، تم میں سے ایک ایسے شخص سے بڑھ کر (خوشی ہوتی ہے) جو بہت ہی دور دراز کے (سنسان) علاقے میں سفر کررہا تھا تو اس سے اس کی سواری گم ہوگئی۔اسی پر اس کا کھانا بھی تھا اور پانی بھی۔وہ تلاش کرکے مایوس ہو گیا تو ایک درخت کے سائے میں لیٹ گیا‘‘(کہ اب تو موت آنی ہی آنی ہے۔اس کی کہیں دوبارہ آنکھ لگ گئی۔جب آنکھ کھلی) تو کیا دیکھتا ہے کہ اونٹنی تو اس کے پاس کھڑی ہے تو اس نے فوراً اس کی رسی پکڑلی۔پھر خوشی کی شدت سے وہ پکار اٹھا:((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَبْدِيْ وَاَنَا رَبُّكَ))’’اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا ربّ ہوں!(یعنی) خوشی کی شدت سے وہ غلطی کر بیٹھا‘‘۔

ایک ویران صحرا میں سواری اور سامانِ سفر کے گم ہو جانے سے موت کا معاملہ یقینی نظر آرہا تھا تو اچانک اللہ تعالیٰ نے وہ کھوئی ہوئی اونٹنی واپس دلا دی۔اس موقع پر وہ اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے کہنا تو یہ چاہتا تھا کہ اے اللہ تو میرا رب اور میں تیرا بندہ ہوں، لیکن فرطِ مسرت میں

پریس ریلیز 27 جولائی 2018ء

پاکستان کو محض فلاحی نہیں اسلامی فلاحی ریاست بنانا ہوگا

ملک میں اسلام کے نظامِ عدل اجتماعی کو مکمل طور پر نافذ کیا جائے

عمران کا یہ بیان خوش آئند ہے کہ ہم امریکہ سے برابری کی سطح پر مذاکرات کریں گے

حافظ عاکف سعید

پاکستان کو محض فلاحی نہیں اسلامی فلاحی ریاست بنانا ہوگا۔یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے اپنے ایک بیان میں کہی۔انہوں نے انتخابات کے بعد عمران خان کے اس بیان کی تحسین کرتے ہوئے کہا کہ یقیناً پاکستان میں غربت اور جہالت کے خلاف بھرپور انداز میں کام کرنے کی ضرورت ہے۔جلد اور سستا انصاف بھی عوام کی بنیادی ضرورت ہے۔مزید برآں ہمیں ایک دیانتدار قیادت کی ضرورت ہے لیکن کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ اسلام کے نظام عدل اجتماعی کو مکمل طور پر نافذ کیا جائے۔ہمیں محض فلاحی نہیں بلکہ ایک اسلامی فلاحی ریاست کی شدید ضرورت ہے۔ملکی سطح پر سیاست اور معیشت کے ساتھ ساتھ معاشرت پر بھی اسلامی رنگ کو غالب کرنا اسلام کا اہم ترین تقاضا ہے۔نئے متوقع وزیر اعظم کے مختلف خطابات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسلام کے معاشرتی نظام کے حوالے سے سنجیدہ نہیں جبکہ قرآن پاک میں اللہ رب العزت اسلام کے معاشرتی نظام کو نہ صرف تفصیل سے بیان فرماتا ہے بلکہ اُسے اسلامی معاشرے کی نہایت اہم بنیاد قرار دیتا ہے۔واضح رہے کہ اسلام عورتوں کے حقوق کا زبردست محافظ ہے، لیکن ان کا دائرہ کار گھر تک محدود کرتا ہے۔اُن کا بلاضرورت گھروں سے نکلنا پسندیدہ نہیں ہے۔مزید برآں وہ عورت اور مرد کے آزادانہ اختلاط کی شدت سے مخالفت کرتا ہے۔انہوں نے عمران خان کے اس موقف کو خوش آئند قرار دیا کہ ہم امریکہ سے برابری کی سطح پر مذاکرات کریں گے۔لیکن عمران خان کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس کے لیے معاشی محتاجی سے نجات حاصل کرنا ضروری ہے۔انہوں نے دعا کی کہ پاکستان میں مکمل امن وامان قائم ہو اور وہ صحیح معنوں میں اسلام کا گہوارہ بن جائے۔آمین!(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی)

اور شادیٔ مرگ کی کیفیت میں اس کی زبان ایسی لڑکھڑائی کہ اُلٹ کہہ دیا۔ یہ فرطِ مسرت اور خوشی کی انتہا ہے، جس میں انسان کی یہ حالت ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے کسی گناہگار بندے کی توبہ سے اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

اللہ کی رحمت کی شانِ عظیم تو یہ ہے کہ بندہ جتنی بار بھی سرکشی کرے اور اس کے بعد پھر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ ہر بار اس کی توبہ کو قبول فرماتے ہیں۔ انسان کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات سچی توبہ کرتا ہے لیکن پھر کہیں پاؤں پھسل جاتے ہیں، پھر توبہ کرتا ہے اور پھر خطا ہو جاتی ہے۔ لیکن جب توبہ کرے تو صدقِ دل سے کرے تو بار بار بھی خطا ہو جائے تو تب بھی اللہ قبول کرے گا۔ وہ تو دیکھ رہا ہے کہ کس نیت سے توبہ کی تھی۔ ہمارا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ ہم صرف توبہ کر رہے ہوتے ہیں، گناہ چھوڑنے کا ارادہ نہیں ہوتا اور یہ ہم اپنے آپ سے خیانت کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن اگر سچی توبہ کرنے کے بعد پھر ٹوٹ جائے تو پھر دوبارہ توبہ کرے۔ اللہ معاف کر دے گا۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''یقیناً ایک بندہ گناہ کرتا ہے۔ پھر وہ کہتا ہے: اے پروردگار! مجھ سے گناہ ہو گیا ہے، مجھے معاف فرما دے۔ تو پروردگار کہتا ہے۔ کیا میرا یہ بندہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ معاف بھی کر سکتا ہے اور اس کی سزا بھی دے سکتا ہے؟ (اس کے صرف اس جاننے اور اس کے اس ایمان کی بنیاد پر) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میں نے اپنے بندے کو معاف کیا۔ پھر وقت گزرا جتنا کہ اللہ نے چاہا۔ پھر اس سے گناہ ہو گیا وہ پھر کہتا ہے: اے پروردگار! مجھ سے گناہ ہو گیا ہے پس تو مجھے معاف فرما دے (تو اس کا رب) فرماتا ہے، کیا میرے بندے کو یہ معلوم ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ معاف بھی کر سکتا ہے اور چاہے تو اس پر پکڑ بھی سکتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے اپنے بندے کو معاف کر دیا۔ پھر ایک عرصہ گزرا جتنا کہ اللہ نے چاہا۔ پھر اس سے گناہ ہو گیا۔ اس نے کہا: پروردگار میں نے تو پھر ایک اور گناہ کر دیا، پس مجھے بخش دے۔ اللہ فرماتا ہے: کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے (جسے وہ پکار رہا ہے اور وہ یہ جانتا ہے کہ اسے اختیار حاصل ہے کہ) چاہے تو بخش دے اور چاہے تو پکڑ لے۔ میں نے اپنے بندے کو تینوں دفعہ معاف کر دیا۔ بس وہ اب جو چاہے کرے۔''

اس حدیث سے اللہ کی رحمت کی وسعت کا پتا چلتا ہے۔ ہمارا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ کسی سے دو تین دفعہ غلطیاں ہوئیں تو پھر چوتھی دفعہ ہم کسی کو معاف نہیں کرتے لیکن رب کی رحمت کا اندازہ لگائیں کہ وہ بار بار اپنے بندے کو معاف کرتے نہیں تھکتا۔ اسی طرح ایک اور حدیث ہے جو توبہ کے حوالے سے کلائمکس ہے۔ اس کے راوی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں۔ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلے جو اُمت تھی (بنی اسرائیل) اس میں ایک آدمی نے 99 قتل کیے تھے۔ لیکن پھر اس کے اندر توبہ کا جذبہ پیدا ہوا۔ تو اس نے لوگوں سے پوچھا کہ اہل زمین میں کون سب سے بڑا عالم ہے؟ تو اس کی رہنمائی کی گئی ایک راہب کی طرف (کہ وہ بہت نیک اور بڑا عالم ہے)۔ وہ اس کے پاس آیا۔ اس نے (راہب کو) بتایا کہ اس نے 99 قتل کیے ہیں، تو کیا اس کے لیے توبہ کا کوئی امکان ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ اس نے اس (راہب) کو بھی قتل کر دیا۔ تو اس نے سو کی تعداد پوری کر لی۔ پھر اس نے پوچھا اہل زمین میں کوئی اور بڑا عالم انسان ہے؟ تو اس کی رہنمائی کی گئی ایک بڑے عالم کی طرف۔ تو اس نے (وہاں جا کر) کہا کہ وہ سو انسان قتل کر چکا ہے۔ تو کیا اس کے لیے توبہ کا کوئی امکان ہے؟ اس نے کہا: کیوں نہیں! (اور کہا کہ) تمہارے اور تمہاری توبہ کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے؟ یعنی کوئی حائل نہیں ہو سکتا۔ تمہاری توبہ کا دروازہ کھلا ہے، لیکن ساتھ ہی کہا: 'تم فلاں جگہ چلے جاؤ۔ وہاں ایسے لوگ آباد ہیں جو اللہ کی بندگی کرتے ہیں تو تم ان کے ساتھ مل کر اللہ کی بندگی (اور پرستش) کرو اور اپنی زمین کی طرف (اپنے وطن میں) واپس مت جاؤ' کیونکہ وہ بری جگہ ہے۔ تو وہ چل پڑا۔ یہاں تک کہ جب اس نے آدھا راستہ طے کر لیا تو اس کو موت آ گئی۔ پس اس کے بارے میں رحمت اور عذاب کے فرشتے جھگڑ پڑے۔ رحمت والے (یعنی جنت والے) فرشتوں نے کہا: یہ شخص خلوص سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کر رہا تھا۔ (اس لیے اس کی نیت کی بنیاد پر اب یہ جنتی ہے۔ لہٰذا اس کی روح ہم قبض کریں گے اور اسے جنت میں لے جائیں گے)۔ اور عذاب والے فرشتے کہنے لگے: اس نے کبھی کوئی نیک عمل تو کیا ہی نہیں۔ (تو کس بنیاد پر اس کو تم جنت میں لے جاؤ گے؟ اس کو تو دوزخ میں جانا چاہیے۔)'' تو ان کے پاس (اللہ نے) ایک اور فرشتے کو انسانی شکل میں بھیج دیا تو ان فرشتوں نے اس کو اپنے درمیان ثالث بنا لیا۔ اس نے کہا تم دونوں جگہوں کا فاصلہ ناپ لو (یعنی جہاں سے وہ چلا ہے وہ اس موت والی جگہ کے زیادہ قریب ہے یا جہاں وہ جا رہا تھا؟) جس زمین کے زیادہ قریب ہو وہی اس کا حکم ہے۔ جب فاصلہ ناپا گیا تو جس طرف وہ جا رہا تھا وہ جگہ زیادہ قریب نکلی''۔

ایک حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب فاصلہ ناپا جانے لگا تو اللہ تعالیٰ نے آگے والی زمین کو حکم دے دیا کہ تو سکڑ جا اور پیچھے والی کو حکم دیا کہ تو پھیل جا، تاکہ جدھر وہ جا رہا تھا وہ بستی زیادہ قریب ہو جائے بہ نسبت اس کے کہ جہاں سے وہ چلا تھا۔'' چنانچہ رحمت کے فرشتے اس بندے کو (جنت میں) لے گئے''۔

اب آپ اندازہ کیجیے کہ وہ کتنا بڑا گناہ گار تھا۔ قرآن مجید میں آتا ہے: ﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ﴾ (المائدۃ:32) ''جس نے کسی ایک انسان کو بھی جان کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا گویا اس نے پوری نوعِ انسانی کو قتل کر دیا''۔ جبکہ اس نے تو 99 قتل کیے تھے۔ لیکن اس کے باوجود جب وہ توبہ کا طالب ہوا تو اللہ نے اس کی بخشش کا کیسا سامان کیا۔ یہ ہے توبہ کی عظمت اور اس کی تاثیر۔ اس حدیث میں بہت اہم بات یہ سامنے آتی ہے کہ بعض اوقات انسان سوچتا ہے کہ میں نے گناہ اتنے کیے ہیں کہ شاید اب کوئی تلافی نہیں ہے لہٰذا اب چھوڑو انہی گناہوں کی دلدل میں پڑے رہو اور یہ بھی شیطان کا ایک فریب ہوتا ہے۔ حالانکہ کسی بھی مرحلے میں انسان کو احساس ہو جائے چاہے کتنے ہی گناہ کیوں نہ کیے ہوں، اگر انسان سچی توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخش دے گا۔ البتہ: ﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا﴾ ''سوائے اُس کے جو تائب ہوا اور ایمان لایا اور اچھے عمل کیے''۔

اس آیت کی روشنی میں توبہ کی شرائط بھی ذہن میں رہنی چاہئیں۔ یہ نہیں کہ توبہ کی تسبیح ہو رہی ہے اور اپنے عمل کی اصلاح کا ارادہ ہی نہیں ہے۔ اللہ کو تو اس وقت بھی معلوم ہے کہ اس کا ارادہ کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ کوئی نہیں دے سکتا لیکن ہم پھر بھی کوشش کرتے ہیں۔ اگر یہ دھوکہ بازی نہ ہو تو کتنی ہی مرتبہ توبہ ٹوٹ جائے پھر صدق دل سے توبہ کرے اور پھر عزم کرے جس میں کھوٹ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسی انداز سے زندگی گزارنے، سچی توبہ کرنے اور مسلسل استغفار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

قرآن مجید خالق کائنات کا کلام ہے اور ہمارے سامنے وسیع اور حدِ نگاہ تک پھیلی ہوئی کائنات کو سمجھنے کے لیے خالق و مصور و صانع و باری و ربّ کائنات کی طرف سے کسی پیچیدہ تخلیق (کسی بڑے ایئر کرافٹ یا کسی بڑے سمندری کروز شپ وغیرہ) کے ساتھ مینوفیکچرر کی طرف سے رہنما کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب قرآن مجید کے مطالعے کے بغیر آج بھی علمی گہما گہمی کے باوجود انسان کائنات کے بنیادی راز اور گتھیاں سلجھانے سے قاصر ہے۔ یہ زمین اپنے محور کے گرد کیسے محوِ گردش ہے (کونسی طاقت اس کو گھما رہی ہے اور وہ طاقت کہاں ہے؟) سورج کے گرد زمین تقریباً 29 کلومیٹر فی سیکنڈ طے کر کے سال بھر میں 90 کروڑ کلومیٹر کا فاصلہ طے کرتی ہے صدیوں اور قرنوں سے یہ رفتار ایک ہی انداز سے جاری ہے۔ وہ طاقت کہاں ہے؟ کونسی طاقت ہے جو اس زمین کو سورج سے 14 کروڑ کلومیٹر دور ہونے کے باوصف کنٹرول کر کے قریب یا دُور نہیں ہونے دیتی اور ایک ہی رفتار سے حرکت دے رہی ہے۔ یہ قرآن ہے۔ اس قرآن مجید کے مطالعے سے چند بنیادی محکمات سمجھ میں آتے ہیں جو مزید غور و فکر اور کائنات و فرد کی گتھیاں سلجھانے میں رہنما کا کام دیتے ہیں اور انسان اس نظامِ کائنات کی ہر چیز کو صحیح انداز میں سمجھ سکتا ہے اور ہر چیز اور ہر عمل (PHENOMENA) کی معقول توجیہ پیش کر سکتا ہے۔ اس نظم میں چند محکماتِ قرآنی کا ذکر ہے جن میں سے پہلا (1) محکم نکتہ حضرت انسان کی تخلیق اور کائنات میں اس کا مقام و مرتبہ ہے یعنی یہ انسان خالق کائنات کا نائب، خلیفہ یا VICEROY ہے۔ باقی محکمات یہ ہیں (2) حکومتِ الٰہی (3) ارض ملک خدا است (4) حکمت خیر کثیر است۔ 'محکم' خود قرآن کی اصطلاح ہے۔★

علامہ اقبال نے عصر حاضر کی اہم ترین علمی سطح پر قرآن کے محکمات کو مدلل پیش کیا ہے بلکہ اعلیٰ ریاضی، طبعیات، اعلیٰ نفسیات اور روحانیات کو یکجا کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ یہ مجموعۂ علم و عرفان ہی کائنات کی معرفت کے لیے شاہِ کلید کی حیثیت رکھتا ہے۔ افسوس کہ ایک صدی بعد بھی اکثر اہل علم علامہ اقبال کے کلام کے استعاروں، تشبیہوں، تلمیحات، لفظوں کی بندش، محاورے اور زبان دانی کے فہم سے آگے بڑھ کر کلامِ اقبال کے حاصل، موضوع اور کلام کے بین السطور پر غور و فکر کر کے گہرا فکر و فلسفہ تلاش کرنے سے قاصر ہی نہیں گریزاں نظر آتے ہیں۔ فیا اسفا

محکماتِ عالمِ قرآنی

1۔ خلافتِ آدم

1 در دو عالم ہر کجا آثارِ عشق	ابنِ آدم سرّے از اسرارِ عشق

دونوں جہانوں (یہ مادی زندگی یعنی عالم خلق اور تکوینی نظام یعنی عالم امر) میں ہر جگہ عشق و محبت یعنی جذبہ اور اطاعت کلی کے نشان پھیلے ہوئے ہیں اور 'ابن آدم' یعنی انسان کی تخلیق اسی عشق و محبت کے (آثار کے) رازوں میں سے ایک راز ہے

2 سرِّ عشق از عالمِ ارحام نیست	او ز سام و حام و روم و شام نیست

انسانوں میں عشق کے آثار کا یہ راز نسلی بنیادوں (ماں اور باپ کے تعلق) پر نہیں ہے یہ عشق (حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹوں) حام و سام کی نسبت اور زمینی (یعنی جغرافیائی) لحاظ سے روم و شام کی نسبت سے نہیں ہے

1۔ حیاتِ دنیوی کے اس جہاں کو 'عالم خلق' کہتے ہیں اور کائنات میں جاری تکوینی نظام کو 'عالم امر' کہتے ہیں۔ اس 'عالم خلق' سے متعلق قرآنی ہدایات اور آیاتِ قرآنی بڑی محکم اور اٹل ہیں، اپنے مفہوم اور مدّعا میں واضح ہیں اور کسی حکم اور وضاحت میں ابہام نہیں ہے۔ جبکہ 'عالم امر' سے متعلق قرآنی ہدایات اور قرآنی آیات میں انسانی ذہن کی نارسائی کی وجہ سے ان ماورائی اجسام اور ان کے کوائف کے تعین میں اختلاف بھی ہے اور اس کی گنجائش بھی۔ تاہم ان دو عالم میں جو شئے علامہ اقبال کے نزدیک غیر مبہم اور غیر واضح ہے وہ شئے عشق یعنی جذبہ ہے اور ابن آدم کی تخلیق اس جذبہ محبت کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔

2۔ انسانوں میں 'عشق' کا یہ جذبہ مادی اور نوعی نہیں ہے نہ اس کا تعلق رحمی رشتوں سے ہے۔ یہ جذبہ نسلی، خاندانی اور آباء و اجداد سے متعلق بھی نہیں ہے۔ اس حقیقت کے باوجود کہ انسان زمین پر رہتا ہے اور مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى (55:20) (اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے دوسری دفعہ نکالیں گے) والا زمینی تعلق رکھتا ہے مگر انسان کی آرزوئیں، اُمنگیں، حوصلے، ارادے اور منصوبے ہرگز صرف زمینی نہیں ہیں۔ اس جذبہ کا تعلق علاقائی نسبت یعنی شام و روم سے بھی ماوراء ہے۔ یہ فضاؤں اور کہکشاؤں کو مسخر کرنے والا ہے۔

★ سورۃ آل عمران آیت نمبر 7 میں ہے کہ اللہ نے قرآن میں محکم آیات اُتاری ہیں، وہی اس زندگی کے متعلق اصل قرآنی تعلیمات ہیں اور کچھ آیات متشابہات ہیں۔

پہلے ایک انقلاب کے ذریعے ریاست کو اسلامی بنایا جائے اور اس کے بعد ایسی جمہوریت قائم کی جائے جس میں منتخب ہونے اور منتخب کرنے والوں کے لیے شرعی معیارات مقرر کیے جائیں: ایوب بیگ مرزا

پاکستان کی بقاء کے لیے جمہوریت ضروری ہے لیکن پاکستان میں اسلام لانے کے لیے جمہوری راستہ غیر منطقی ہے: ڈاکٹر عبدالسمیع

انتخابی سیاست کے حوالے سے تنظیم اسلامی کا موقف کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: آصف حمید

سوال: تنظیم اسلامی ایک انقلابی جماعت ہونے کا دعویٰ کرتی ہے اور اپنے آپ کو غیر سیاسی جماعت کہتی ہے۔ لیکن بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ اور موجودہ امیر حافظ عاکف سعید ملکی اور بین الاقوامی سیاست پر بات بھی کرتے ہیں، سیاسی رائے بھی دیتے ہیں اور عوام الناس کو اس حوالے سے ایجوکیٹ بھی کرتے ہیں۔ کیا یہ تضاد نہیں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: تنظیم اسلامی کا موقف یہ ہے کہ تنظیم اسلامی مروجہ معنوں میں سیاسی جماعت نہیں ہے یعنی اس وقت جو سیاسی انداز سیاسی جماعتیں اپناتی ہیں اور جس انداز میں ان کی تشکیل ہوتی اس انداز میں سیاسی جماعت نہیں ہے۔ وگرنہ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہر باشعور شہری سیاسی ہوتا ہے۔ اگر باشعور فرد سیاسی ہوتا ہے تو جماعت بھی افراد کے گروہ کو ہی کہتے ہیں تو وہ کیوں نہیں سیاسی ہوگی۔ سیاست کی مختلف جہتیں ہیں مثلاً نظری، عملی، انتخابی سیاست وغیرہ۔ ہم صرف انتخابی سیاست نہیں کرتے۔ یعنی ہم انتخابات میں حصہ نہیں لیتے لیکن ہم نظری، عملی اور انقلابی سیاست کے قائل ہیں۔ بانی تنظیم اسلامی کہتے تھے کہ ہم اصولی اسلامی انقلابی جماعت ہیں۔ اس میں کہیں غیر سیاسی ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے ہماری جماعت دوسری جماعتوں کی اچھی اور بری باتوں کی لوگوں کو آگاہی دیتی ہے کیونکہ ہمارے نزدیک عوام کو سیاسی طور پر باشعور کرنا مقصود ہے۔

سوال: کسی انقلابی جماعت کے لیے صرف اپنے انقلابی فلسفے پر چلنا ضروری نہیں ہے بجائے اس کے کہ وہ دوسرے معاملات میں اپنا وقت ضائع کرے؟

ڈاکٹر عبدالسمیع: اس معاملے میں آپ کو تین قسم کے لوگ ملیں گے۔ ایک رفقاء جو ساتھ دینے والے ہیں، دوسرے مخالف لوگ اور تیسرے نیوٹرل لوگ۔ ہماری عوام کی عظیم اکثریت محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو اپنا ایک مخلص راہنما سمجھتی ہے کیونکہ ڈاکٹر صاحب ہر معاملے میں راہنمائی کرتے تھے۔ آپ کا جو مخالف ہے وہ ہمیشہ دوربین لگا کے بیٹھا ہوا ہوتا ہے کہ کب اس کو کوئی پوائنٹ ملے اور وہ آپ کے خلاف پراپیگنڈا کر سکے۔ بعض اوقات لوگ ذاتی مخالف نہیں ہوتے لیکن

مرتب: محمد رفیق چودھری

دوسری جماعتوں کے مخالف ہوتے ہیں اور وہ آپ کے اس نکتے کو اٹھاتے ہیں کہ دیکھیں جی اس کی تائید کر دی۔ لیکن الحمدللہ میں نے ڈاکٹر صاحب کے حوالے سے ایسا کوئی معاملہ نہیں دیکھا کہ کوئی کہتا ہو کہ ڈاکٹر صاحب تو پروپیپلز پارٹی تھے یا پرونواز لیگ تھے۔ کیونکہ ایک عام آدمی بھی یہ سمجھتا تھا کہ یہ شخص ہمیشہ حق کی بات کہتا ہے اور بلاجواز نہ کسی کی حمایت کرتا ہے اور نہ کسی کی مخالفت کرتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کا ایک impression لوگوں کے اوپر تھا۔ حالانکہ انہوں نے ان کے بارے میں بہت زیادہ پڑھا بھی نہیں ہے۔ صرف آپ کا ایک بیان جو اخباروں میں آتا تھا اس کی بنیاد پر بھی ملک کا ایک عام شہری ان کے بارے میں بہت اچھی رائے رکھتا تھا۔ جو لوگ یہ کہتے تھے کہ ڈاکٹر صاحب کو صرف درس قرآن دینے چاہئیں اور ان کو ملکی معاملات میں رائے نہیں دینی چاہیے تو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سیاست کو بازیچہ اطفال بنایا ہوا ہے یا جو سیاست کو کمائی کا ذریعہ بنانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا جو شخص ان باتوں سے پردہ اُٹھائے گا اور لوگوں کو آگاہی دے گا تو وہ ان کو بُرا لگے گا۔

سوال: ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے جمہوریت یعنی عوامی حاکمیت کو شرک کہا ہے۔ لیکن وہ یہ بھی کہتے تھے کہ اسلام پاکستان کا باپ ہے اور جمہوریت اس کی ماں ہے کیا یہ کھلا تضاد نہیں تھا؟

ایوب بیگ مرزا: عوامی جمہوریت یعنی مغربی جمہوریت میں جن چیزوں کی اجازت ہے اس کو دنیا کا ہر عالم دین شرک کہے گا۔ مثال کے طور پر مغربی جمہوریت یہ ہے کہ اکاون فیصد لوگ کہیں کہ ہم جنس پرستی جائز ہے تو وہ قانون میں جائز ہو جائے گی۔ اسی طرح اکاون فیصد لوگ جو چاہیں قانون بنالیں تو کیا یہ شرک نہیں ہے؟ پھر دین کس چیز کا نام ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے اسلام کو پاکستان کا باپ اور جمہوریت کو ماں اس لیے کہا تھا کیونکہ 1946ء کے انتخابات میں مسلم لیگ نے تمام مسلم اکثریتی سیٹیں جیت لی تھیں اور پھر تحریک پاکستان اسلام کے نام پر اٹھی تھی اور اسی بنیاد پر پھر پاکستان وجود میں آیا تھا۔ اس کے بعد 1973ء میں پاکستان کا آئین بنا تو اس میں واضح طور پر لکھا گیا کہ یہاں قرآن وسنت کے منافی کوئی قانون سازی نہیں ہوگی۔ یعنی قرآن وسنت کی بالادستی قائم کر کے اس کے نیچے آپ کو ہر قسم کا طرز حکومت اختیار کرنے کی اجازت ہے۔ پھر سو فیصد ارکان بھی اگر شراب کو حلال قرار دے دیں تو وہ ملک کا قانون نہیں بن سکے گا۔

ڈاکٹر عبدالسمیع: ڈاکٹر صاحب پاکستان کے لیے دو باتیں علیحدہ رکھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ پاکستان کی بقاء کے لیے جمہوریت ضروری ہے یعنی وہ اسلامی ہو یا نہ ہو۔ بالکل اسی طرح جیسے کسی شخص کی حیات کے لیے پانی اور ہوا ضروری ہیں۔ اسی طرح پاکستان میں آپ عوام کو ان کی رائے کے مطابق حکومت کی اجازت نہیں دیں گے تو

پاکستان موت سے دوچار ہوجائے گا۔ پاکستان کے نام کے ساتھ اسلام کا لیبل لگا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے آئین میں یہ بات شامل ہے کہ کوئی قانون شریعت کے خلاف نہیں بنے گا، اس سے یہ ملک آئینی طور پر مسلمان ہوگیا۔ اب اس کو حقیقی اسلامی ملک بنانے کی ایک جدوجہد کرنی ہے اور دوسری طرف اس کی بقاء کو سامنے رکھنا ہے۔ پہلا مسئلہ بقاء ہے اور بقاء کے لیے جمہوریت ضروری ہے۔ اگر یہاں پر جمہوریت نہیں ہوگی تو جیسے 71ء میں پاکستان کا ایک بازو کٹ کر الگ ہوگیا تھا اسی طرح کا کوئی سانحہ اور بھی پیش آسکتا ہے۔ دوسری ایک علیحدہ جدوجہد ہے۔ جیسے کسی شخص کو مسلمان بنانے کی کوشش ہوتی ہے اسی طرح پاکستان کو مسلمان بنانے کی کوشش ہے۔ اس کے لیے ڈاکٹر اسرار احمدؒ یہ سمجھتے تھے کہ جمہوریت اس کا راستہ نہیں لیکن جمہوریت اس کا راستہ روکے گی بھی نہیں۔ لیکن تنظیم اسلامی نے خالص جمہوری طریقے سے بھی کوشش کی ہے۔ کیونکہ یہ تو ہمارے آئین کا بھی تقاضا ہے۔ تنظیم اسلامی نے تکمیل دستور اسلامی کی باقاعدہ ایک تحریک چلائی تھی۔ وہ ایک سافٹ طریقے سے یہاں اسلام لانے کی کوشش تھی۔ اگرچہ ہمیں یقین تھا کہ یہ روبعمل نہیں آئے گی۔ لیکن بہرحال ایک راستہ ہے کیونکہ ہم جمہوریت کو حرام نہیں سمجھتے تھے اور یہ آج کے دور کا پاپولر راستہ ہے۔ لیکن ہمارا پکا یقین ہے کہ اسلام کے لیے جمہوریت کا راستہ غیر منطقی ہے۔ کیونکہ یہ مفروضہ ہی غلط ہے کہ کسی جگہ پر عوام کی اکثریت نیک اور مسلمان ہوگی۔ وہ فیصلہ کن لوگ ہوں گے جو جب اسلام لانا چاہیں گے تو وہ اسلام لائیں گے خواہ وہ جمہوری طریقہ ہو یا انقلابی طریقہ ہو۔ لیکن چونکہ جمہوری طریقے میں رکاوٹ ووٹ ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ اکاون فیصد اکثریت ہو جو کبھی نہیں ہوگی۔ لہٰذا theoretically تو ممکن ہے کہ جمہوری راستے سے اسلام آجائے لیکن عملی طور پر ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ تاریخ میں آپ کو کوئی ایک گواہی بھی ایسی نہیں ملے گی کہ جہاں کوئی بڑی تبدیلی ووٹ کے ذریعے سے آئی ہو اور عوام کی اکثریت بدلی ہو۔ روس اور فرانس میں جو انقلابات آئے کیا وہاں لوگوں کی اکثریت بادشاہ کے خلاف تھی؟ ہرگز نہیں۔ لیکن کچھ لوگ جو فیصلہ کن اور منظم تھے انہوں نے یہ کام کر کے دکھایا۔

سوال: تنظیم اسلامی پاکستان کی بقاء کے لیے کس قسم کی جمہوریت کو ضروری سمجھتی ہے؟

ڈاکٹر عبدالسمیع: عوام کو دیانتداری کے ساتھ موقع دیا جائے کہ وہ اپنے نمائندے چنیں اور ان کو احساس ہو کہ ہم خود حکومت کر رہے ہیں۔ بصورت دیگر اُلٹا نقصان ہوگا۔ اس کی سب سے بڑی مثال 1971ء کا الیکشن ہے جو ایک فیئر الیکشن تھا۔ اس کے نتیجے میں عوامی لیگ جیت گئی لیکن ان کا حق چھینا گیا تو ملک دو ٹکڑے ہوگیا۔ چنانچہ جمہوریت کا تسلسل اور ملکی بقاء، یہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی بڑی غیر معمولی رائے تھی۔ لوگ ان کی اس رائے کو سمجھ ہی نہیں سکے۔ کچھ لوگوں نے اس پر تنقید شروع کر دی کہ وہ ایک اسلامی سکالر ہیں ان کو اپنی حدود میں رہنا چاہیے اور کچھ لوگ جن کے مقاصد فوجی یا سول آمریت تھی ان کو اس اعتبار سے ڈاکٹر صاحب ناپسند تھے کہ وہ عوام کو ان کا جمہوری حق دینے کی بات کرتے تھے۔ اگر ہمارے عوام یا سیاست دانوں یا دانشوروں نے ان کی بات کو سمجھنے کی کوشش کی ہوتی یا ان کی بات میں کوئی الجھاؤ تھا تو ان سے

> **1970 کے انتخابات کے نتائج تسلیم نہ کرنے سے ملک ٹوٹ گیا جس کے ذمہ دار اسٹیبلشمنٹ اور سیاست دان دونوں تھے**

خود جا کر مل کر اس کو دور کرتے۔ تو شاید آج ہم یہاں پر نہ کھڑے ہوتے۔

سوال: کیا اسلامی جمہوریت اور جدید خلافت میں کوئی فرق ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اسلامی جمہوریت کی اصطلاح سب سے پہلے مولانا مودودیؒ نے استعمال کی تھی۔ اس پر ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر اسلامی جمہوریت ہوسکتی ہے تو اسلامی سوشلزم بھی ہوسکتا ہے۔ اصل میں جمہوریت ایک طرز حکومت ہے۔ اس سے کوئی بڑی تبدیلی نہیں آسکتی۔ جو آپ بات کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ پہلے ایک انقلاب کے ذریعے اسلامی ریاست قائم ہو اور پھر اس میں ایک ایسا طریقہ کار اختیار کیا جائے جس میں یقینی طور نہ صرف امیدواروں پر پابندی ہوگی بلکہ ووٹرز پر بھی کچھ پابندی عائد کرنی پڑے گی۔ یعنی وہ صورت حال آج سے مختلف ہوگی۔ کیونکہ اسلامی ریاست منتخب ہونے والوں اور منتخب کرنے والوں کے لیے معیارات مقرر کرے گی۔ آج کی جمہوریت میں اسلام کا پیوند لگانے سے وہی نتیجہ نکلے گا کہ کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا۔

سوال: تنظیم اسلامی آمریت کو ملک و قوم کے لیے نقصان دہ کیوں سمجھتی ہے؟

ڈاکٹر عبدالسمیع: دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک ہوتی ہے کسی چیز کی اصلیت اور ایک ہوتا ہے اس کا اچھا یا برا ہونا۔ ایک شخص کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو لیکن اگر اس کی حیثیت حقیقی نہیں ہے تو وہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ 1977ء میں جب ضیاء الحق نے مارشل لاء لگایا اور پھر اسلام کو نافذ کرنے کی باتیں کیں تو ڈاکٹر صاحب نے میثاق میں اس کے خلاف اداریہ لکھا۔ میں نے اس موقع پر ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ اگر ضیاء الحق اسلام لے کر آتا ہے تو اس میں کیا حرج ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ وہ ڈکٹیٹر ہے، اس کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔ یعنی پہلے ایک شخص کا اس جگہ پر ہونا برحق تو ثابت ہو۔ جو بھی آمر ہے اس کی حیثیت اخلاقی اعتبار سے اور ملکی آئین کے اعتبار سے بھی حقیقی نہیں ہے۔ لہٰذا ایک غیر اصل آدمی اگر اچھا کام بھی کرے تو وہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

ایوب بیگ مرزا: ایک آمر کیوں برا ہوتا ہے؟ اس لیے کہ وہ جتنے اچھے کام کرے گا لیکن جب وہ جائے گا تو بہت بڑا نقصان کر کے جائے گا۔ ایوب خان نے ملکی ترقی کے حوالے سے بہت اچھے کام کیے لیکن اس نے جو بنیاد رکھی تھی اسی کی وجہ سے ملک دولخت ہوا تھا۔ اسی طرح ضیاء الحق ایک اچھا آدمی تھا۔ اس نے بھی بہت اچھے کام کیے، خاص طور پر ایٹمی پروگرام اسی کے دور میں بنا تھا۔ لیکن اس کے بعد پاکستان میں نقصان کتنا ہوا؟ اس کے بعد ہی یہاں کلاشنکوف کلچر اور ہیروئن کا رواج شروع ہوا۔ لہٰذا ہم تاریخی لحاظ سے اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آمر جب آتا ہے تو اچھے کام ضرور کرتا ہے لیکن جب وہ جاتا ہے تو اس کے سارے اچھے کام ملیامیٹ ہو جاتے ہیں۔ اس لیے آمریت اچھی نہیں ہے۔

سوال: کیا پاکستان میں اسٹیبلشمنٹ کی مرضی کے خلاف کوئی حکومت بن سکتی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ اسٹیبلشمنٹ کی مرضی کے خلاف پاکستان میں حکومت نہیں بن سکتی لیکن قصور دو طرفہ ہے۔ 1970ء کے انتخابات کے نتائج کو تسلیم نہ کرنا پاکستان کے دولخت ہونے کا باعث بنا۔ اس لیے ایک طرف فوجی جرنیل ہر صورت صدر رہنا چاہتا تھا تو دوسری طرف ذوالفقار علی بھٹو ہار کر بھی اپوزیشن میں بیٹھنے کو تیار نہیں تھا۔ اُس نے علی الاعلان کہا کہ میری پارٹی کا جو ممبر ڈھاکہ اسمبلی کے اجلاس میں جائے گا اس کی ٹانگیں توڑ دوں گا۔ جب میرا مطمح نظر اپنی ذات، اپنا مفاد ہی ہوگا تو دوسرا آدمی جو طاقت میں ہوگا اسے بھی جب موقع ملے

گا تو وہ بھی ہوس اقتدار میں ایک قدم اٹھا لے گا۔ اسٹیبلشمنٹ کی آشیر باد کے بغیر کوئی حکومت نہیں بنا سکتا لیکن یہ دنیا کے ہر ملک میں ہوتا ہے۔ امریکہ میں ٹرمپ کو پینٹا گون نے صدر بنایا۔ البتہ ہمارے ہاں یہ چیز زیادہ عریاں انداز سے اور کثرت کے ساتھ پائی جاتی ہے۔

ڈاکٹر عبدالسمیع: اسٹیبلشمنٹ یعنی فوج کی ذمہ داری ہے ملک کا دفاع کرنا۔ جہاں سے بھی دفاع کو خطرات لاحق ہوں اُسے اس کا نوٹس لینا چاہیے۔ اگر یہی کام وہ اصلی طریقے سے کرے تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کا یہ کردار مثبت بن جائے۔ یعنی اگر کوئی سربراہ مملکت ملک کے خلاف کوئی قدم اٹھا رہا ہے تو فوج اس کو سپریم کورٹ میں چیلنج کرے۔ جس طرح ایک عام شہری ملک کے وزیراعظم کے خلاف عدالت جاسکتا ہے اسی طرح فوج کو بھی آئین میں یہ حق ملے اور وہ شفاف طریقے سے اس حق کو استعمال کرے تو یہ اس کا مثبت کردار بن سکتا ہے۔

سوال: کیا انتخابات میں دینی سیاسی جماعتوں کی تائید کرنی چاہیے؟

ایوب بیگ مرزا: ہمارا یقین ہے کہ پاکستان میں اسلام انتخابی سیاست سے نہیں آسکے گا۔ لیکن اس کے باوجود ایک مرتبہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے یہ کہا تھا کہ اگر تمام اسلامی جماعتیں متحد ہو کر انتخابات میں حصہ لیں تو ہم نہ صرف ان کو ووٹ دیں گے بلکہ ان کی حمایت کریں گے۔ پھر جب ایم ایم اے کا اتحاد بنا تو تنظیم اسلامی نے ان کی باقاعدہ حمایت کی۔ ڈاکٹر صاحب نے نہ صرف زبانی بلکہ اخبار میں اشتہار کے ذریعے سے لوگوں کو ایم ایم اے کو ووٹ دینے کی ترغیب دی تھی۔ حالانکہ اس وقت بھی ڈاکٹر صاحب جانتے تھے اس راستے سے اسلام نہیں آسکتا لیکن لوگوں پر یہ چیز ثابت کرنی تھی کہ ہم ہر راستے کے ذریعے اسلام لانے کے لیے تیار ہیں۔ ہمیں آم کھانے سے غرض ہے پیڑ گننے سے غرض نہیں۔ ڈاکٹر صاحب کہا کرتے تھے کہ اگر غیر اسلامی طریقے سے بھی حقیقی اسلام آ گیا تو ہم یہ کبھی نہیں کہیں گے کہ چونکہ یہ ہمارے طریقے سے نہیں آیا لہٰذا ہم اس کو قبول نہیں کریں گے۔ لیکن ہم نے دیکھا کہ ایم ایم اے کو کے پی کے میں حکومت ملی تھی لیکن انہوں نے اسلام کے حوالے سے کچھ نہیں کیا۔

سوال: کیا دینی سیاسی جماعتوں کو امید ہے کہ ملک میں انتخابی سیاست سے دین نافذ ہوگا؟

ڈاکٹر عبدالسمیع: ان کا دعویٰ تو یہی ہے کہ وہ پرامید ہیں اور امید پر دنیا قائم ہے۔ لیکن جب وہ الیکشن میں ہارتے ہیں تو وہ اپنا موقف تبدیل کر کے کہتے ہیں کہ ہم نے الحاد، کفر اور کمیونزم کا راستہ روکا ہوا ہے اور یہ بھی دین کی خدمت ہے۔ جہاں تک ان کو ووٹ دینے کا معاملہ ہے تو اس حوالے سے جو ہم اپنے رفقاء کی تربیت کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ تنظیم اسلامی الجماعت نہیں ہے اور تنظیم اسلامی کا امیر نبی نہیں ہے لہٰذا معصوم نہیں ہے۔ ہماری فقہ میں ایک اصطلاح عام ہے کہ میں اس بات کو اختیار کر رہا ہوں اس لیے کہ میں اسے اقرب الی الصواب سمجھتا ہوں۔ میرے خیال سے یہ صحیح کے قریب ہے۔ لیکن میں اس کو محتمل الخطاء سمجھتا ہوں یعنی مجھ سے خطا ہو سکتی ہے کیونکہ میں نبی نہیں ہوں۔ دوسرے الفاظ میں اس دوسری

> دینی جماعتوں کا انتخابات میں حصہ لینا اسلامی کاز اور اسلامی اتحاد کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ اگر اسلامی نظام لانا ہے تو پھر انہیں انتخابی سیاست کو چھوڑنا ہوگا اور انقلابی طریقہ کار اختیار کرنا ہوگا۔

رائے کو قبول نہیں کر رہا اس لیے کہ میں اس کو اقرب الی الخطاء سمجھتا ہوں اگرچہ میں سمجھتا ہوں کہ ممکن ہے کہ اس کی بات درست ہو۔ تو ہمارا اصولی موقف یہی ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے منور کرے۔ ایک بڑی زبردست شخصیت تھی۔ ڈاکٹر صاحب کے فکر کے اندر بہت جامعیت تھی اور اس بات پر انہوں نے کتنا زور دیا ہے کہ نبی کے بعد کوئی معصوم نہیں ہے۔ یہی معاملہ اس کا ہے کہ باوجود اس کے کہ بڑی مضبوط رائے رکھنے کے کہ جمہوری راستے سے اسلام نہیں آئے گا ڈاکٹر صاحب نے کبھی جمہوریت کو حرام نہیں کہا، کفر قرار دینا تو بہت دور کی بات ہے۔

سوال: کیا نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لیے تمام دینی جماعتوں کو ہر فورم پر متحد نہیں ہونا چاہیے؟

ایوب بیگ مرزا: ڈاکٹر صاحب نے ایم ایم اے کی حمایت کر کے حجت تو قائم کر دی۔ پچھلی تاریخ کو سامنے رکھیں تو دینی جماعتوں نے جب سے الیکشن میں حصہ لیا تو ان کی اہمیت کم سے کمتر ہوتی چلی گئی کیونکہ انہیں دو تین یا چار سیٹیں ملتی تھیں۔ اس سے عوام کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو گئی ہے کہ ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ انہوں نے جیتنا ہی نہیں ہے تو ووٹ دینے کا کیا فائدہ۔ اصل میں جب ہم نے دو کشتیوں میں اپنی ٹانگیں رکھیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ ہم ادھر کے رہے نہ ادھر کے۔ کسی زمانے میں جماعت اسلامی کی سٹریٹ پاور سے بڑے بڑے لوگ اور حکمران ڈرتے تھے۔ لیکن اب تو پاور بالکل ہی ختم ہو گئی۔ انتخابی سیاست کا یہ نتیجہ نکلا۔ لہٰذا ان کا انتخابات میں حصہ لینا ہر طرح نقصان پہنچا رہا ہے، اسلامی اتحاد کو نقصان پہنچا رہا ہے، اسلام کے کاز کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ میری ذاتی رائے میں اگر انہوں نے انتخابی سیاست کو ترک نہ کیا تو شاید ان کا ایک ممبر بھی اسمبلی میں نہ جائے۔ وہ وقت آسکتا ہے وہ زیادہ دور نہیں ہے۔ اگر اسلامی نظام لانا ہے تو پھر انہیں انتخابی سیاست کو چھوڑنا ہوگا۔

سوال: اگر تمام دینی جماعتیں انقلاب کے راستے پر آجائیں تو کیا پاکستان میں اسلام کا نفاذ ممکن ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اگر ایسا ہو جائے تو موجودہ حالات کے مطابق دنیا اس کو قبول نہیں کرے گی۔ انہوں نے الجزائر میں قبول نہ کیا اور حکومت بننے سے پہلے ہی ختم کر دی گئی۔ پھر افغانستان میں قبول نہیں کیا۔ آج کل وہ ترکی کے پیچھے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر ترکی جس راستے پر گامزن ہے اس میں وہ کافی آگے چلا جاتا ہے یعنی کافی کامیابیاں حاصل کر لیتا ہے اور پاکستان میں ایک اسلامی انقلاب آجاتا ہے تو ایک بار پھر پاکستان اور ترکی کا قدرتی اتحاد بن سکتا ہے اور ایسی صورت میں انٹرنیشنل قوتوں کے لیے بہت مشکل ہو جائے گا کہ وہ پاکستان کے ساتھ وہ سلوک کریں جو انہوں نے الجزائر یا افغانستان کے ساتھ کیا۔ کیونکہ پھر ہمارے ساتھ اللہ کی خصوصی مدد شامل ہو جائے گی۔ ہمیں اس حوالے سے کوشش کرنی چاہیے اور مجھے اس کا راستہ اب کچھ نظر آ رہا ہے۔ اگر پاکستان اقتصادی لحاظ سے بچ گیا اور اس نے اپنی ایٹمی قوت میں مزید اضافہ کر لیا اور ترکی میں جو صورت حال ہے اس پر وہ قائم رہا تو پھر امریکہ کے لیے اتنا آسان نہیں ہوگا۔ کیونکہ پھر امریکہ کا لے پالک اسرائیل بھی زد میں آسکتا ہے جس کے لیے وہ امریکہ کی بربادی کو بھی برداشت کرنے کے لیے تیار ہے۔

قارئین پروگرام "زمانہ گواہ ہے" کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

بندۂ لات ومنات

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ایک فٹبال ورلڈکپ ختم ہوا، دوسرا جاری ہے۔ روس میں منعقدہ ورلڈکپ فرانس نے جیتا۔ اندرونی طور پر حد درجے منقسم فرانس کو بحیثیت قوم متحد ہونے کو یہ فتح ورلڈکپ مل گئی۔ (اگرچہ ٹیم میں بڑی تعداد نسلاً غیر فرانسیسی کھلاڑیوں کی ہے!) جیتنے کے بعد فرانس کے مناظر دیوانی خوشی، شراب، موسیقی، رقص وسرود کے تھے۔ اچھلتے کودتے گاتے بجاتے شراب خانوں کی لوٹ مار، نشے میں دھت جنسی تشدد کے ان گنت واقعات یہی اب گلوبل کلچر ہے۔ فرانس، وہ ملک جو قومیت کی جنم بھومی ہے۔ جہاں سے یہ علت مسلم امۃ میں لاکر بوئی گئی۔ وسیع وعریض خلافت عثمانیہ کاٹ کر ہر ایک کے ہاتھ میں ایک جھنڈا، سکہ، آقاؤں کے حکم پر کوئیک مارچ کرتی فوج، (قرآن کی جگہ) مغربی، رومن قانون اور اس کی کتابیں، عوام کے ریوڑ ہانکنے کو غلام مزاج حکمران عطا ہوئے۔ وہاں سے کہانی چل کر آج ورلڈکپ فٹ بال تک آن پہنچی۔

دوسرا ورلڈکپ باری باری مسلم ممالک میں کھیلا گیا۔ فٹ بال مقامی مسلمان تھے۔ افغانستان، عراق میں بڑی بڑی عالمی ٹیمیں اتریں۔ بعدازاں یہی کھیل شام جا اترا۔ انبیاء اور صحابہؓ کی سرزمین کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا۔ شام کے مناظر شہر شہر دیکھتے جایئے۔ ناقابل یقین بربادی وتباہی چہار سو پھیلی ہے۔ یہ خونیں ورلڈکپ پیچھے کیا چھوڑ گیا۔ دنیا بھر میں یتیم، معذور، شہید، زندانی جو بھی ہیں، مسلمان ہی ہیں۔ اقوام متحدہ کے ذمے اعداد وشمار شائع کرنا ہے۔ مسلمانوں کے ذمے (جو مٹھی بھر دردمند کہیں کہیں باقی ہیں) ان بیوہ، یتیم معذور کیے گئے امتیوں کے لئے چندہ اکٹھا کر کے (جہاں خوش نصیبی سے اجازت مل جائے!) اپنی ڈیوٹی سے سبکدوش ہو جانا ہے۔ 2017ء میں افغانستان میں 3179 بچے، یمن میں 1316 بچے، شام میں 1271 بچے جاں بحق یا معذور ہوئے۔ اسرائیل اوسطاً 312 فلسطین بچوں کو ماہانہ حراست میں لیتا رہا۔ مہاجرت پر مجبور بچے، یورپ میں غائب کر دیئے جانے والے مسلمان بچے مزید ہیں۔ کشمیر، فلسطین، برما، وسطی جنوبی افریقہ کی کہانی مزید ہے۔

ہم کہاں ہیں؟ فی الوقت تو انتخابی بخار زوروں پر ہے۔ اگرچہ عجب سادہ قوم ہے۔ طے شدہ سکرپٹ کے مطابق آگے بڑھتے انتخابی ڈرامے میں بھی بھرپور جذباتیت کا مظاہرہ جاری ہے۔ نتیجہ سیٹ در سیٹ طے شدہ ہے، مگر دونوں ہاتھوں سے پانی کی طرح امیدوار پیسہ بہا رہے ہیں۔ (مردے کو جیسے ڈرپ لگائی جا رہی ہو!) اشتہاری کاغذوں، بینروں، جھنڈوں سے در و دیوار اور ہوائیں فضائیں لال پیلی ہو رہی ہیں! پارٹیوں کے جیتنے کے بعد کا نشہ فتح کیا رنگ اختیار کرے گا، اس کا اندازہ لگانے کے لیے یہ واقعہ ملاحظہ ہو۔ کراچی میں عائشہ چندریگر فاؤنڈیشن کے بہبود جانوراں مرکز میں ایک گدھا شدید زخمی حالت میں لایا گیا، جس کی آہیں اور کراہیں اذیت ناک تھیں۔ اس گدھے پر نواز شریف کا نام لکھ کر اسے غیظ وغضب کا نشانہ بنایا گیا۔ چہرے پر تشدد سے نتھنے پھٹے ہوئے۔ آنسو بہاتی زخمی آنکھیں، لرزتا کانپتا مسکین گدھا۔ پیٹ پر لاتیں، گاڑی سے بھی ٹکر مار کر نفرت کا اظہار کیا گیا۔ محبوب لیڈر نے چونکہ نواز شریف کے استقبال کو جانے والوں کو گدھا قرار دیا تھا، سو تبعین نے گدھے کو مار مار کر انسان بنانا ضروری جانا! تاہم وہ مرگیا۔ کسی نے دکھ سے لکھا: ''بے زبان، بے یار و مددگار جانوروں کے لئے کھڑے ہو جایئے!'' یہ بھی غنیمت ہے کہ اس کا درد کھانے والے ابھی موجود ہیں۔ وگرنہ اس بے رحمانہ، وحشیانہ واقعے پر بھی ویسی ہی خاموشی رہتی جیسی فٹ بال نژاد مسلمانوں پر ہے تو جینے کی رہی سہی تمنا بھی جاتی رہتی۔ سوشل میڈیا پر اظہار تاسف ونفرین علامت ہے کہ زندگی کی کچھ رمق ابھی باقی ہے! چلیے گدھے ہی کے لیے سہی، غیرت تو جاگی، بھڑکی!

انتخابات خود بخود طے شدہ منزلوں کی طرف رواں دواں ہیں۔ اس دوران بہت سے معاملات منطقی انجام تک پہنچا کر چیف جسٹس راحت وتفریحی دورے پر ہنزہ، گلگت بلتستان میں مقامی موسیقی پر رقص کناں دیکھے گئے۔ قبل ازیں نگران وزیراعظم ناصر الملک بھی خاندان کے ہمراہ پانچ روزہ چھٹی منانے گلگت گئے رہے۔ نگرانی، حقیقی نگرانوں کے حوالے کر کے۔ بیرسٹر علی ظفر نگران وزیر اطلاعات نے فرمایا: ''سول سرونٹس سے مذہب پوچھنے کا حق کسی کو حاصل نہیں۔'' سبحان اللہ! ہمیں نچوڑ کر، ہمارے ٹیکسوں پر پلنے والے سول سرونٹس، یعنی ہمارے ملازم ہوں اور ہمیں ان سے ان کا مذہب پوچھنے کا حق بھی حاصل نہ ہو؟ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مناصب و اموال قادیانیوں کے سپرد آنکھیں بند کر کے، کر دیں؟ اسلام آباد ہائی کورٹ نے سرکاری نیم سرکاری، حساس اداروں کی ملازمت کے لیے بیان حلفی لازم کرنے کا فیصلہ دیا تھا۔ جس کا مزہ چکھانے کو جسٹس شوکت صدیقی کے لیے اہتمام کراماتی انداز میں جاری ہے۔ پارلیمنٹ جب متفقہ فیصلہ دے کر انہیں غیر مسلم قرار دے چکی تو آئین و دستور کی محافظت پر مامور کابینہ کا رکن کس برتے پر یہ بیان دے رہا ہے؟ اصلاً اسلام سبھی کے گلے میں پھنستا ہے۔ کیونکہ شریعت بڑوں اور بڑوں کی اولاد کا لحاظ نہیں کرتی۔ قانون کا کوڑا سب پر یکساں برستا ہے۔ (سیدنا عمرؓ نے گورنر کے بیٹے سے ایک عامی کو بدلہ دلوایا تھا۔ ناحق کوڑے شہری کو مارنے پر، جوابی کوڑے صاحبزادے کو پڑوائے اور ہر کوڑے پر کہتے: لے بڑوں کی اولاد۔ لے بڑوں کی اولاد!) سید قطبؒ کہتے ہیں: ''ان کو چاہیے امریکی اسلام۔ وہ اسلام جو وضو، طہارت کے مسئلوں میں تو خوب فتوے دے لیکن مسلمانوں کے سیاسی، سماجی، معاشی مسائل پر زبان بند رکھے۔'' دنیا کی باگ ڈور نظام زندگی کفر اور آلہ کار ہائے کفر کے ہاتھ میں ہو اور اسلام کونے میں منہ دیئے مجرم بنا کھڑا کر دیا جائے۔ یا پھر آسان، مسکین، آرام دہ، بے زبان اسلام، ورکشاپوں، کانفرنسوں، فائیو سٹار ہوٹلوں میں مغربی کارندوں سے ذہن نشین کروایا جاتا۔ رینڈ کارپوریشنی اسلام! ڈالرزدہ اسلام!

ایک طرف لبیک لبیک کہتے قافلے سوئے حرم رواں دواں ہیں۔ دوسری جانب محافظ حرمین سوئے تل ابیب رواں دواں ہے۔ ریاض اور تل ابیب کے درمیان پٹڑی بچھانے کا معاہدہ ہوا ہے۔ سعودی عرب کی نوازشات سے شہ پاتے یہودی کیا کر رہے ہیں؟ درجنوں یہودی آبادکار اسرائیلی فوج اور پولیس کی سیکورٹی میں مسجد اقصیٰ پر دھاوا بول رہے ہیں۔ ذلیل ورسوا ہو کر مدینہ سے نبی ملاحم ﷺ کے ہاتھوں جلاوطن کیے جانے والی یہودی۔ (یہود و منافقین کے گٹھ جوڑ پر نازل شدہ سورۃ الحشر

غزوہ بنو قریظہ میں مٹا دیئے جانے والے یہودی۔ فلسطینی ماؤں کی گود اجاڑنے والے، فاتح خیبر کی سرزمین سے محبت کی پینگیں بڑھائیں گے؟ بات یہیں رک جاتی تو غنیمت تھا۔ طائف کی سرزمین، جہاں پتھروں کی بارش میں خون سے وضو کر کے نماز میرے کریم نبی ﷺ نے ادا کی۔ آپ ﷺ کا پاکیزہ خون جس مٹی میں جذب ہوا تاکہ یہ دین محمد بن سلمان کی نسلوں تک محفوظ و مامون پہنچ سکے وہاں کیا ہوا؟ مخلوط میلہ موسیقی منعقد ہوا جس میں عرب دنیا کے معروف گویے نے عشق و محبت کے راگ الاپے۔ ایک نوجوان لڑکی (جس نے اپنی شناخت اور کرتوتوں پر پردہ ڈالنے کو عبایا پہن رکھا تھا۔ حیا کا تقدس پامال کرنے کو) سٹیج پر چڑھ کر گویئے سے جا لپٹی۔ بی بی سی نے مزے لے کر دنیا کو یہ منظر دکھایا۔ حج کے قافلوں کی آمد کے موسم میں یہ مناظر! پناہ بخدا۔ قبل ازیں میوزیکل کنسرٹ تبوک میں ہو چکا! غزوۂ تبوک، جیش العسرۃ کی سختیوں میں 52 درجہ حرارت اور 61 سال کی عمر میں سفید ریش نبی کریم ﷺ روم کے خلاف لشکر لے کر گئے۔ مملکت اسلامیہ مدینہ کی سرحدیں سلطنت روم تک پہنچائیں۔ انہی رومیوں کی موجودہ نسلوں (امریکیوں) کی بانہوں میں بانہیں ڈالے آج ولی عہد مقام مقدسہ کی حرمت سے بے نیاز ہو جائے؟ جاہل عرب کے بڑے بت لات کا مرکز طائف بحال ہو جائے؟

عقل کو ملتی نہیں اپنے بتوں سے نجات
عارف و عامی تمام بندۂ لات و منات!

نہ تبوک کا انتخاب بلا سبب تھا، نہ طائف میں حد شکنی بلا سبب ہے۔ گھر میں شراب پینے سے مسجد میں شراب پینا سنگین تر ہے۔ اسی طرح کسی اور سرزمین کی نسبت سعودی عرب اور اس میں بھی طائف و تبوک میں رقص و سرود، عیاشی فحاشی کے دروازے کھول دینا ہولناک ہے۔ زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن۔

پاکستان میں بھی اسلام اور اہل دین کی پامالی کچھ کم سنگین نہیں۔ علی الاعلان لا الٰہ الا اللہ کے وعدے پر حاصل کردہ ملک۔ 27 رمضان المبارک کو وجود میں آنے والا ملک۔ ہجرتوں، شہادتوں، لٹی عصمتوں، کنواں بُرد بیٹیوں کی لاشوں پر بنا ملک! جہاں تعلیم، معیشت، سیاست، قانون، تجارت، معاشرت کچھ بھی تو خدا پرستانہ نہ ہوئی۔ ہر آنے والے دن کے ساتھ سیکولرازم اسلام کو نگلے جا رہے ہیں۔

بہتر ہے کہ شیروں کو سکھا دیں رم آہو
باقی نہ رہے شیر کی شیری کا فسانہ

(یاد رہے کہ یہ اسد اللّٰہی شیر ہے۔ انتخابی شیر نہیں)

غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں | تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ **میثاق** لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

شمارہ اگست 2018ء، ذوالقعدہ ۱۴۳۹ھ

مشمولات

☆ ''پیغامِ پاکستان'' کے حوالے سے تنظیمِ اسلامی کا موقف (بیانیہ) — حافظ عاکف سعید
☆ عقل، فطرت اور ایمان: سورۂ آلِ عمران کی آیات کی روشنی میں — شجاع الدین شیخ
☆ ابراہیمی تربیتی نصاب اور اس کے ثمرات — محمد رشید عمر
☆ جانشینِ مصطفیٰ ﷺ: سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ — محمد محبّ اللہ نوری
☆ حج کی اہمیت وفضیلت اور احکام و مسائل — ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی
☆ پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ! — محمد ندیم اعوان
☆ میّت کے حقوق اور پسماندگان کی ذمہ داریاں — پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ''بیان القرآن'' باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 30 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 300 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ''قرآن اکیڈمی 25 آفیسرز کالونی بوسن روڈ (عقب ملتان لاء کالج) ملتان'' میں

12 تا 14 اگست 2018ء (بروز اتوار نمازِ عصر تا بروز منگل نمازِ ظہر)

نقباء کورس

(نئے و متوقع نقباء کے لیے)

کا انعقاد ہو رہا ہے،

زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 061-6520451, 0331-7045701

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 79-(042)35473375

اپنے حج کی حفاظت کیجیے!

مولانا سید سلیمان یوسف

حج ارکانِ اسلام میں سے ایک رکن ہے اور بشرطِ قدرت واستطاعت فرض ہے۔ قدرت و استطاعت کی تفصیل یہ ہے کہ اس کے پاس ضروریاتِ اصلی سے زائد اتنا مال ہو جس سے وہ بیت اللہ تک آنے جانے اور وہاں کے قیام کا خرچ برداشت کرسکے، اور اپنی واپسی تک ان اہل وعیال کا بھی انتظام کرسکے جن کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے۔ نیز ہاتھ، پاؤں اور آنکھوں سے معذور نہ ہو، کیونکہ ایسے معذور کو تو اپنے وطن میں چلنا پھرنا بھی مشکل ہے، وہاں جانے اور ارکانِ حج ادا کرنے پر کیسے قدرت ہوگی! اسی طرح عورت کے لیے چونکہ بغیر محرم کے سفر کرنا شرعاً جائز نہیں، اس لیے وہ حج پر قادر اس وقت سمجھی جائے گی جبکہ اس کے ساتھ کوئی محرم حج کرنے والا ہو، خواہ محرم اپنے خرچ سے حج کر رہا ہو، یا یہ عورت اس کا خرچ بھی برداشت کرے، اسی طرح وہاں تک پہنچنے کے لیے راستہ کا مامون ہونا بھی استطاعت کا ایک جزو ہے، اگر راستہ میں بدامنی ہو، جان و مال کا قوی خطرہ ہو تو حج کی استطاعت نہیں سمجھی جائے گی۔

دوسری بات یہ کہ جو صراحۃً فریضۂ حج کا منکر ہو اس کا دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہونا تو ظاہر ہے، اور جو شخص عقیدہ کے طور پر فرض سمجھتا ہے، لیکن باوجود استطاعت وقدرت کے حج نہیں کرتا، وہ بھی ایک حیثیت سے منکر ہی ہے کہ یہ شخص کافروں جیسے عمل میں مبتلا ہے، جیسے کافر ومنکر حج نہیں کرتے یہ بھی ایسا ہی ہے۔ ان لوگوں کے لیے سخت وعید ہے جو باوجود قدرت و استطاعت کے حج نہیں کرتے کہ وہ اپنے اس عمل سے کافروں کی طرح ہوگئے۔ (العیاذ باللہ!)

اللہ کا فضل ہے کہ عمومی طور پر مسلمان اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے بڑے شوق وجذبہ کے ساتھ اور عمر بھر کی جمع پونجی سے بچا کر روانہ ہوتے ہیں، مگر شیطان تو ہمارا ازلی دشمن ہے، وہ اپنی باطل محنت سے مایوس ہوتا ہے نہ ہمت ہارتا ہے، چنانچہ حج پر جانے والے کے حج کو خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے، تاکہ مسلمان حج کے مطلوبہ مقاصد حاصل نہ کرسکیں، چنانچہ مقاصدِ حج میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حاجی از روئے حدیث اللہ کے دربار میں دیگر مخلوقِ خدا کا نمائندہ ہوتا ہے جو امت کے درپیش مسائل کے حل کے لیے خالق دوجہاں کے دربار میں گیا ہوا ہے۔

اس لیے حج کے کاموں میں سے ایک کام دعا کی قوت کا بڑھانا ہے، جتنا ہوسکے اس میں حاجی کا وقت صرف ہو، یہی وجہ ہے کہ طواف، سعی، دیگر مناسک حج کے مواقع پر کوئی ذکر خاص کرکے نہیں بتایا گیا، پھر دعا میں بھی ہماری حالت یہ ہے کہ وقتی، فوری، فانی حاجت کی طرف تو ذہن جلدی چلتا ہے، مگر اُخروی معاملات یا اُمت کے اجتماعی مسائل کے متعلق مانگنا رہ جاتا ہے۔ اس لیے حجاج کرام سے گزارش ہے کہ اس استحضار سے عرفات پہنچیں کہ اس دفعہ امت کے مسائل کے حل کے لیے اللہ رب العزت سے مانگے بنا واپس نہیں آئیں گے۔

حج کو خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت، شرعی فریضہ اور ذریعۂ بخشش ومغفرت ہونے کے اعتقاد کے ساتھ ادا کرنا چاہیے۔ اگر کسی حاجی کے عزم میں عبادت کا پہلو ذرا بھر ناقص ہوگا، مثلاً: ریاکاری، سیاحت وغیرہ کا عنصر ہوگا تو ایسے عازمِ حج کا عمل حج شمار نہیں ہوگا، بلکہ وقت کا ضیاع، اعمال کی بربادی اور جانی مشقت کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔

اگر حج میں اخلاص وللّٰہیت، فریضہ کی ادائیگی تو ہو مگر منکرات سے خالی نہ ہو تو ایسا حج بھی حقیقی حج نہیں کہلائے گا۔ بنیادی منکرات جو کئی بڑی منکرات کی بنیاد، منبع اور مرکز ہیں وہ قرآن کریم کی سورۂ بقرہ کی آیت 197: میں رفث، فسوق اور جدال کے عنوان سے مذکور ہیں:

(1) رفث

" رفث " کا مفہوم ہے "فحش گوئی میں مبتلا ہونا اور عورتوں سے ایسی باتیں کرنا جو جماع کا داعیہ اور اس کا پیش خیمہ بنتی ہوں۔ عورتوں کے ساتھ ناجائز میل جول، اختلاط تو ویسے بھی حرام ہے، یہاں دوسروں کے بارے میں نہیں بلکہ بیوی کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ میاں بیوی کا آپس میں بے حجاب ہونا، مباشرت کرنا یا آپس میں شہوانی باتیں کرنا حج کے دنوں میں اس کا قطعاً کوئی جواز نہیں، اس لیے دورانِ حج مرد اور خواتین حجاج کرام کو رفث سے بچنا ازبس ضروری ہے، ورنہ حج کے بے مقصد ہونے، ضائع ہونے یا فاسد ہونے کا شدید اندیشہ ہے۔

اگر حج کے افعال میں کمی رہی، دیگر فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی رہی اور حج منکرات سے محفوظ نہ رہا تو یہ اس بات کی ظاہری علامت ہوگی کہ آپ کا حج "حجِ مبرور" نہیں ہے۔ حج ایک اجتماعی اور پرہجوم عبادت ہے جس میں قدم قدم پر مرد وزن کا اختلاط ہوتا ہے اور پھر احرام کی حالت میں عورتوں کے چہرے ویسے بھی کھلے ہوتے ہیں، ہر وقت ایک دوسرے پر نظر پڑنے کا موقع رہتا ہے، ایسی صورت میں حاجی اگر اپنے نفس کو لگام نہ دے اور اپنی خواہشات پر تقویٰ کی زنجیر نہ باندھے تو اس کی نگاہیں کسی وقت بھی آوارہ ہوسکتی ہیں۔

فی زمانہ کثرت وازدحام کی وجہ سے طواف، سعی اور دیگر مقامات کے علاوہ راستوں میں خواتین بے پردہ، چست یا نامناسب لباس میں بڑی جسارت کے ساتھ گھوم رہی ہوتی ہیں۔ عورتوں پر لازم ہے کہ وہ مکمل لباس اور عبایا وغیرہ کا اہتمام کریں اور رش میں مردوں کے ساتھ اختلاط سے حتی الوسع بچیں، آمدورفت کے دوران راستے کے ایک طرف چلیں اور حرم میں خواتین کے لیے مخصوص جگہ تک محدود رہیں۔ مردوں پر بھی فرض ہے کہ وہ نظروں کی حفاظت کریں، اپنے آپ کو خواتین کے ساتھ دھکم پیل سے بچائیں اور اگر خواتین کہیں بے احتیاطی کا مظاہرہ کررہی ہوں تو مرد حضرات کم ازکم کوتاہی میں شریک نہ ہوں، وہ اپنا راستہ اور جگہ بدلنے کی کوشش کریں۔ اگر خدانخواستہ مرد وخواتین کے اختلاط سے نفس میں ہیجانی کیفیت پیدا ہوگئی تو یہ "رفث" کے زُمرے میں آئے گا اور حج "فاسد" نہ سہی "ناقص" ضرور ہوگا اور ان کا حج "حجِ مبرور" نہیں ہوگا اور حج کا جو اُخروی صلہ ہے اس سے محرومی کا ذریعہ بھی ہوگا۔

(2) فسوق

" فسوق " فسق کی جمع ہے۔ فسق دائرہ طاعت سے نکلنے کا نام ہے، یعنی شریعت کے احکام کی نافرمانی مراد

ہے۔حج کے دوران شریعت کے کسی حکم کی بھی خلاف ورزی کا تصور بھی نہیں ہونا چاہیے۔ یوں تو ایک مومن کی عام زندگی بھی اللہ کے احکام کی پابند ہے، لیکن حج کے دوران اس پابندی کا احساس کئی گنا بڑھ جانا چاہیے۔حج کے دوران حج کے تمام مناسک کے علاوہ دیگر فرائض بالخصوص نماز باجماعت کا اہتمام کرنے کے علاوہ واجبات،سنن اور نفل کا اہتمام کرنا، حسبِ توفیق صدقہ خیرات کرنا یہ سب طاعات ہیں، ان کی بجاآوری کی بھرپور کوشش کی جائے۔ اگر کسی حاجی کو ایسے اعمال میں رغبت کی کمی محسوس ہو تو اُسے توبہ واستغفار کرتے ہوئے طاعات کا اہتمام کرنا چاہیے۔

اگر کوئی حاجی طاعات میں کوتاہی کا شکار ہونے کے علاوہ اگر منکرات کا مرتکب بھی ہو، ایسے اُمور کا ارتکاب کرتا ہو جو شرعاً حرام، ممنوع اور ناجائز ہیں، ایسا حاجی بھی حج مبرور کی سعادت سے محروم ہے۔اس وقت حج کے دوران بعض حجاج کرام مندرجہ ذیل فسوق ومنکرات کا بہت زیادہ شکار رہتے ہیں:

الف:...... اپنا وقت حرمین شریفین میں گزارنے کی بجائے بازاروں میں فضول خریداری اور سیر وسیاحت میں گزارتے ہیں۔ یہ خیر کا موقع ملنے کے بعد خیر سے محرومی کا مظہر ہے،اس سے اجتناب کیا جائے۔

ب:...... بعض حجاج حرمین شریفین میں ہونے کے باوجود نہ صرف نیک اعمال سے محروم رہتے ہیں، بلکہ اُلٹا کئی گناہوں کا ارتکاب کر رہے ہوتے ہیں۔حرمین میں حسبِ مواقع طواف ، تلاوت ، ذکر واذکار اور درود وسلام میں وقت گزارنا چاہیے، مگر بعض حاجی صاحبان یہ قیمتی مواقع ضائع کرتے رہتے ہیں اور مختلف دنیوی موضوعات پر بحث ومباحثوں میں مصروف رہتے ہیں اور بعض غیبت، عیب جوئی، لعن طعن اور گالم گلوچ اور سوقیانہ گفتگو سے بھی نہیں بچتے، یہ سب باتیں گناہ ہیں جو حرمین شریفین کی عظمت کی وجہ سے گناہِ عظیم بن جاتے ہیں اور حج کے موسم کی وجہ سے فسق کی بدترین شکل ہے۔

ج:...... بعض حجاج بلکہ اکثریت حرمین شریفین میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ راز ونیاز کی بجائے تصویر سازی کے گناہ کبیرہ میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ہر مقدس مقام پر اس گناہ کبیرہ کا ارتکاب ایک معمولی عمل بلکہ فیشن بن چکا ہے۔اس میں اچھے خاصے علماء اور دین دار لوگ بھی شامل ہوتے ہیں، جن کی دیکھا دیکھی عوام کے دلوں میں اس گناہِ عظیم کا احساسِ گناہ بھی رخصت ہو چکا ہے اور اس کی حرمت پامال ہو رہی ہے، جبکہ حضور ﷺ نے تصویر سازی کے عمل کو قیامت کے دن شدید ترین عذاب کا مستوجب قرار دیا تھا۔ جو حجاج کرام اپنے حج کو اور مقدس مقامات کی حاضری کو تصویر سازی کے گناہ کے ذریعہ یادگار بنانے کے درپے رہتے ہیں، اُنہیں تصویر کے گناہ کی سنگینی کا اندازہ ہے نہ اپنے حج کے ضائع ہونے کا ادراک ہے۔ حجاج کرام کو چاہیے کہ کم از کم اس مختصر سفرِ سعید میں تو اس گناہ کو خیر باد کہہ دیں، تا کہ حج "فسوق " سے خالی کہلا کر "حجِ مبرور "بن سکے۔

(3) جدال فی الحج

اللہ تعالیٰ نے حج کے دوران نفس کی خواہشات کو کنٹرول کرنے اور فسق وفجور کی جملہ انواع کو ممنوع قرار دینے کے بعد جدال کو بطور خاص ذکر فرمایا، جس کی بظاہر حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ سفر کے دوران یا مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں قیام کی حالت میں پھر خصوصاً ایامِ حج میں منیٰ اور عرفات میں قدم قدم پر جھگڑے کا امکان ہوتا ہے۔ انسان جو اپنی شخصیت اور طبیعت کی تہوں میں اپنی بہت ساری کمزوریوں کو چھپائے رکھتا ہے، سفر کے دوران یہ ساری کمزوریاں کھل کر سامنے آ جاتی ہیں اور اگر یہ سفر طویل بھی ہو اور کئی دنوں پر محیط بھی تو پھر تو شاید ہی کوئی ایسا شخص ہوگا جو اپنے آپ کو سفر کے اثرات سے محفوظ رکھ سکے۔ قدم قدم پر ایسے مواقع آتے ہیں جہاں مختلف طبیعتیں باہمی طبعی اختلاف کے باعث ایک دوسرے سے اُلجھتی ہیں۔ دوسروں کو تو جانے دیجیے خود میاں بیوی اور رُفقائے سفر میں سے قریبی عزیز تک ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے دکھائی دیتے ہیں۔

اس لیے تنبیہ کر دی گئی ہے کہ اگر تم واقعی حج کو ایک عبادت سمجھ کر ادا کر رہے ہو تو تمہیں اس کا احساس ہونا چاہیے کہ جب تک تم اپنی نگاہوں کو پاکیزہ، اپنے قلب و دماغ کو شائستہ اور اپنے جذبات کو ہر حال میں آسودہ رکھنے کی کوشش نہیں کرو گے اور یہ فیصلہ نہیں کر لو گے کہ یہاں مجھے کسی کا دل نہیں دکھانا۔ کیونکہ اس سے بڑی برائی کوئی نہیں۔ مجھے ہر حال میں اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے۔ اس کی رضا کے لیے نوافل کی کثرت اور طوافوں کا کثیر سرمایہ بھی درکار ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنے جذبات، اپنی عادات اور اپنے رجحانات کی اصلاح بھی ضروری ہے جو اس سفر کے ذریعے کی جا رہی ہے، وہ اسی صورت میں ممکن ہو سکتی ہے کہ ہم ان بنیادی کمزوریوں سے بچنے کی کوشش کریں۔

سفرِ حج کے دوران حجاج کرام کی برداشت کا معاملہ انتہائی نازک ہو جاتا ہے، معمولی معمولی باتوں پر لڑنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ جب حاجی اپنے ملک کی امیگریشن سے گزرتا ہے تو یہاں کی ناگواری پر برہم ہوتا جاتا ہے، راستہ میں کسی حاجی کے سامان کی ٹرالی کسی دوسرے کی ٹرالی سے ٹکرائی تو اس پر شور شرابہ شروع ہو جاتا ہے۔ اگر کسی سے لائن میں بے احتیاطی ہوئی تو اس کی تنبیہ وسرزنش کو حج کا حصہ سمجھ کر غوغا برپا کر دیا۔

ایئر پورٹ پر بے ترتیبی، بے رخی اور بدانتظامی پر جذباتی ہو جانا اور جذبات کی تسکین کے لیے ایئر پورٹ کے عملے یا دوسرے حاجیوں کے ساتھ لعن طعن، سب وشتم اور عیب جوئی کا تبادلہ شروع کر دینا اور ترش روئی میں میزبانوں سے مقابلہ کرنا بھی سفرِ حج میں جدال کی ایک ممنوع شکل ہے، اس سے احتراز کیا جائے۔

نیز حرمین کے پاس مقررہ رہائش گاہ پہنچنے کے بعد حج گروپ یا ہوٹل کے عملہ کے ساتھ اخلاق واخلاقیات کا مقابلہ شروع کیا جاتا ہے، ان سے مختلف امور میں اُلجھاؤ کی نوبت بھی آتی رہتی ہے، اس سے بچنا چاہیے۔ ایک کمرے میں رہنے والے سامان رکھنے اور بستر بچھانے میں اختلاف کرتے ہیں۔ بس پر چڑھتے ہوئے سیٹ کے حصول کے لیے اور معمولی آرام کی طلب میں ایک دوسرے کی عزتِ نفس پامال کرتے ہیں۔ وضو خانوں اور بیت الخلا کے سامنے لگی قطاروں میں نجانے کتنی زبانیں بے لگام ہو جاتی ہیں۔ بازاروں میں اشیائے ضرورت خریدتے ہوئے نجانے کس کس سے اُلجھاؤ پیدا ہوتا ہے۔ یہ بھی "جدال فی الحج " کی ممانعت سے خارج نہیں ہے۔

ان تمام باتوں سے بڑھ کر مناسکِ حج کے دوران مقامی انتظامیہ کے باوردی اور بے وردی بعض منتظمین کی سختی کا جواب ترکی بہ ترکی دینے کی کوشش کی جاتی ہے یا ان کی فہمائش کے لیے ان سے بحث ومباحثہ کیا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں ایک دوسرے کے لیے بے وقعتی وبے احترامی کے جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں اور ان جذبات کا اظہار زبان سے کیا جائے یا رویّے سے کیا جائے، یہ بھی مجادلہ کی ایک شکل ہے، دورانِ حج اس سے اجتناب کیا جائے۔

گروپ انتظامیہ کے افراد کی سختی، بدخلقی یا تحقیر آمیزی کو حرمین شریفین کی عظمت کا پاس رکھنے اور اپنے حج کو جدال ونزاع سے بچانے کے لیے برداشت کیا جائے۔ سرکاری یا پرائیوٹ حج پر جانے والے حجاج وہاں رہتے ہوئے فارغ اوقات کے دوران حج گروپوں کے درمیان باہمی تقابل اور مقابلہ بازی شروع کر دیتے ہیں کہ فلاں گروپ اچھا ہے، یا فلاں گروپ میں اتنی آسائشیں ہیں، اپنے حج گروپ کی برائی یا انتظامیہ کی غیبت یا اُن کے ساتھ جھگڑا کرنے لگ جاتے ہیں تو اس نوعیت کی فضول بحث اور گفتگو سے بھی مکمل اجتناب کی ضرورت ہے۔

بعض حجاج کرام یا کچھ میزبان نما حضرات اپنی نادانی، ناپختہ کاری اور غلبۂ جہالت کی بنا پر اس مقدس سفر میں صدیوں پرانے اختلافی مسائل کو ہوا دینے کی کوشش کرتے ہیں اور ہر ایک اپنی رائے دوسروں پر مسلط کرنے کی ناروا کوشش کرتا ہے۔ ایسے تمام مسائل میں اُلجھ کر قیمتی وقت ضائع نہ کیا جائے، بلکہ ہر حاجی اپنے مسلک کے تحت جو تربیت لے کر گیا ہے، اس کے مطابق مناسک ادا کرتا رہے، کیونکہ یہ اختلافی مسائل علمی نوعیت کے ہو کر جب غیر علمی لوگوں کے درمیان غیر علمی انداز سے زیر بحث آتے ہیں تو اس سے جاہلانہ مقابلہ ومجادلہ جنم لیتا ہے جو حج کے ان بنیادی منکرات میں ایک ہے جسے حق تعالیٰ شانہٗ نے بطورِ خاص ممنوع قرار دیا تھا۔

اس لیے حجاج کرام سے گزارش ہے کہ وہ اپنے حج کو اخلاص وللّٰہیت سے معمور کرتے ہوئے فریضہ خداوندی کی ایسی ادائیگی کی کوشش کریں کہ تمام ارکان، واجبات، سنن اور مستحبات کی رعایت رکھیں اور ہر قسم کے صغیرہ وکبیرہ گناہوں کی آلودگی سے اپنے حج کو بچائیں۔ اور کسی قسم کے جدال ونزاع کا حصہ نہ بنیں، یہی حج کی اصل روح ہے۔ جس حاجی کو حج کے دوران حج کی یہ روح نصیب رہی تو امید ہے کہ ان شاء اللہ! اس کا وہ حج "من حج لله فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته أمه" کا مصداق ہوگا اور "الحج المبرور ليس له جزاء إلا الجنة" کی ضمانت ونیک فالی ثابت ہوگا۔ ان شاء اللہ! وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

❁❁❁

- قربانی ہماری معاشرتی رسم ہے یا دینی فریضہ؟
- قرآن وسنت کی روشنی میں قربانی کا فلسفہ کیا ہے؟
- عیدالاضحیٰ اور قربانی میں باہم چولی دامن کا ساتھ کیوں ہے؟
- حج کے موقع پر منیٰ میں کی جانے والی قربانی اور اس موقع پر پوری دنیا میں کی جانے والی قربانی میں کیا ربط وتعلق ہے؟

ان سوالات کی وضاحت کے لیے مطالعہ کیجئے:

عیدالاضحیٰ اور فلسفہ قربانی

اور

حج اور عیدالاضحیٰ اور اُن کی اصل روح
قرآن حکیم کے آئینے میں

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کی ایک تقریر اور ایک تحریر پر مشتمل مختصر مگر جامع کتابچہ

☆ 56 صفحات ☆ قیمت (اشاعت خاص) 50 روپے ☆ (اشاعت عام) روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون 35869501-03

maktaba@tanzeem.org

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں مقیم راجپوت فیملی کو اپنی دو بیٹیوں، عمر 28 سال، تعلیم بی اے، ایم ایڈ، شرعی پردے کی پابند اور عمر 24 سال، سافٹ ویئر انجینئر کے لیے پڑھے لکھے، شریف فیملی اور برسرروزگار کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0332-9449514

☆ لاہور میں رہائش پذیر ہاشمی فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم ایم بی اے، قد "7.'5 کے لیے پابند صوم وصلوٰۃ برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0300-4009979

إنا لله وإنا إليه راجعون — دعائے مغفرت

☆ حلقہ لاہور غربی کی مقامی تنظیم جوہر ٹاؤن کے امیر شیخ محمد نعیم کی والدہ وفات پا گئیں۔ برائے تعزیت: 0314-4118221

☆ امیر حلقہ جنوبی پنجاب ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی کے والد وفات پا گئے۔ برائے تعزیت: 0321-6313031

☆ تنظیم سرگودھا غربی کے ملتزم رفیق ریاض احمد گھمن کے والد وفات پا گئے۔ برائے تعزیت: 0300-6040055

☆ حلقہ ملاکنڈ کے منفرد اسرہ اوچ کے ملتزم رفیق رحمٰن اختر کے والد وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

کسبِ حلال

محمد عارف

نبی کریم ﷺ نے کسبِ حلال کی فضیلت اور اُس کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

’’تمہاری سب سے زیادہ پاکیزہ روزی جو تم کھاتے ہو وہ ہے جو تمہاری اپنی کمائی ہو۔‘‘

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اُس رزق کو سب سے زیادہ پاکیزہ اور طیب فرمایا، جسے انسان جائز اور قانونی ذرائع کے ذریعہ محنت کر کے حاصل کرتا ہے، چاہے وہ محنت تجارت کی شکل میں ہو، کھیتی باڑی کی شکل میں ہو، ملازمت کی شکل میں ہو یا مزدوری وغیرہ کی شکل میں۔

اسلام ایک پاکیزہ دین ہے، اس کی تعلیمات بھی پاکیزہ ہیں، اسی لیے وہ پاکیزگی کا حکم بھی دیتا ہے، اور پاکیزہ روزی اور کسبِ حلال کی ترغیب دیتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اس نے جائز اور قانونی ذرائع اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، اور ناجائز اور غیر قانونی ذرائع کے استعمال سے روکا ہے، اور ان ناجائز ذرائع سے حاصل شدہ روزی کو حرام اور خبیث مال سے تعبیر کیا ہے، اور اس کے برے نتائج سے ڈرایا ہے۔ کسبِ حلال کی ترغیب دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

کسی شخص نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی کھانا نہیں کھایا، اور اللہ کے نبی ﷺ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں قرآنِ کریم نے ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے لوہے کو نرم فرما دیا تھا، جس سے وہ زرہیں تیار کرتے تھے جو جنگ کے وقت پہنی جاتی تھیں۔ اس سے صنعت وحرفت کی فضیلت معلوم ہوئی۔ کسبِ حلال اور رزقِ حلال کی اسلام میں اتنی زیادہ اہمیت ہے کہ اس کے لیے جس طرح ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے، اسی طرح انبیا علیہم السلام کو بھی اس کا حکم دیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے، اور وہ پاکیزہ مال کو ہی قبول کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو وہی حکم دیا ہے جس کا حکم پیغمبروں کو دیا ہے، چنانچہ فرمایا: اے رسول! پاک چیزوں میں سے کھاؤ، اور نیک عمل کرو۔

مزید فرمایا: اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں دی ہیں۔

کسبِ حلال کے لیے اسلام نے جن وسائل اور ذرائع کو جائز اور مشروع قرار دیا ہے، اُن ہی ذرائع کو اختیار کرنا ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے، جیسے تجارت، زراعت، صنعت وحرفت، ملازمت اور مزدوری وغیرہ۔ اور ایسے ذرائع اور اسباب سے بچنا، اور دور رہنا ضروری ہے جن کو شریعت نے حرام اور ناجائز قرار دیا ہے۔ اور بعض امور ایسے ہوتے ہیں جن کا حلال یا حرام ہونا مشتبہ ہوتا ہے، ایسے امور سے بچنے میں انسان کے دین کی حفاظت ہے اور جس نے ایسے امور سے بچنے کی کوشش نہ کی تو اس کے لیے اس بات کا خطرہ ہے کہ وہ حرام میں مبتلا ہو جائے۔ نبی کریم ﷺ نے اس مفہوم کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

یعنی حلال بھی واضح اور کھلا ہوا ہے، اور حرام بھی واضح اور کھلا ہوا ہے، اور ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں ایسی ہیں جو مشتبہ ہیں۔ جن کے بارے میں بہت سے لوگ شرعی حکم نہیں جانتے، لہٰذا جو شخص ان مشتبہ امور سے بچتا رہا، اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا، اور جو ان مشتبہ امور میں پڑ گیا وہ حرام میں مبتلا ہوا۔

پھر آپ ﷺ نے اس حقیقت کو ایک مثال سے واضح فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بادشاہ یا حکومت اپنے لیے ایک چراگاہ مقرر کر کے اسے ممنوعہ علاقہ قرار دے، لہٰذا بکریاں اور جانور چرانے والوں کے لیے سلامتی اس میں ہے کہ وہ اپنے جانور سرکاری چراگاہ سے دور چرائیں، لیکن انہوں نے یہ احتیاط نہ برتی اور اپنے جانوروں کو اسی سرکاری چراگاہ کے قریب چرانے لگے تو بہت ممکن ہے کہ ان کی ذرا سی غفلت سے وہ جانور سرکاری چراگاہ میں داخل ہو جائیں، اور وہ چرانے والے سرکاری گرفت میں آ کر سزا کے مستحق بن جائیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو ممنوعہ علاقہ سے تشبیہ دی گئی ہے، اور مشتبہ امور کی مثال اس سرزمین کی ہے جو ممنوعہ علاقہ سے ملی ہوئی ہے۔ چونکہ مشتبہ اور حرام چیزوں کی حدود قریب قریب ہیں، اس لیے خطرہ ہے کہ جو شخص مشتبہ امور میں مبتلا ہو وہ اس کی حدود سے آگے بڑھ جائے، حرام اور ممنوعہ امور کی حدود میں داخل ہو جائے۔ کسبِ حلال کے بارے میں ایک اور موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

یعنی کسبِ حلال کی تلاش ایسا فریضہ ہے جو مسلسل باقی رہتا ہے، اور جس میں کوئی انقطاع نہیں ہوتا۔

لہٰذا جس شخص کے ذمہ اپنے نفس اور دوسروں کے تعلقات کی ذمہ داری ہے اس پر یہ فرض ہے کہ کسبِ حلال کے ذریعہ اس ذمہ داری کو پورا کرے۔

جس طرح اسلام نے کسبِ حلال کی ترغیب اور حکم دیا ہے، اسی طرح کسبِ حرام سے منع فرما کر اس کے نتائج بد سے آگاہ کیا ہے۔ ان نتائج میں ایک یہ بھی ہے کہ جو گوشت حرام کھانے سے بنتا ہے وہ جنت میں نہیں جائے گا، اس کی جگہ جہنم کی آگ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ گوشت جو حرام سے بنا، آگ اُس کی زیادہ حق دار ہے۔ ایک دوسری حدیث میں اس کے برے نتیجے کو اس طرح بیان فرمایا:

جب کوئی شخص حرام مال کماتا ہے، پھر اُس میں صدقہ کرتا ہے، تو وہ صدقہ اُس سے قبول نہیں کیا جاتا، اور جب اُس میں سے اپنے لیے خرچ کرتا ہے تو اس کے لیے اس میں برکت نہیں دی جاتی، اور اگر مرنے کے بعد حرام مال اپنے پیچھے چھوڑ کر جاتا ہے تو وہ اس کے لیے جہنم کا زادِ راہ بنتا ہے، اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے دور نہیں فرماتے، بلکہ برائی کو نیکی اور اچھائی سے دور فرماتے ہیں۔ خبیث چیز خبیث کو نہیں مٹاتی۔

الغرض کسبِ حرام کے برے نتائج آپ ﷺ نے بیان فرمائے ہیں۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو کسبِ حلال اور طیبات کی تعلیم اور ترغیب دیتا ہے۔ اور کسبِ حرام اور خبیث چیزوں سے اجتناب کا حکم دیتا ہے، اور یہ تنبیہ کرتا ہے کہ حلال و حرام اور طیب وخبیث یکساں نہیں ہو سکتے۔ رزقِ حلال اور طیب چاہے مقدار میں کتنا ہی کم ہو، وہ اس حرام اور خبیث سے بہتر ہے جو مقدار میں زیادہ ہو۔ اس لیے عقل مند کو چاہیے کہ گندی اور حرام چیزوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے، خواہ وہ دیکھنے میں کتنی زیادہ، اچھی اور بھلی لگیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اے پیغمبر! آپ ان سے فرما دیجئے کہ ناپاک چیز اور پاک چیز دونوں برابر نہیں، خواہ تم کو کسی ناپاک چیز کی کثرت بھلی ہی کیوں نہ معلوم ہوتی ہو، تو اے عقل مندو! اللہ سے ڈرتے رہو، تا کہ تم فلاح پاؤ۔

ان احادیث کا حاصل یہ نکلا کہ اُمتِ اسلامیہ اور اس کا ہر فرد اس بات کا مکلف ہے کہ وہ کسبِ حلال اختیار کرے، اور پاکیزہ روزی خود بھی کھائے، اور دوسروں کو بھی کھلائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کسبِ حلال کی توفیق دے۔

An Apartheid State: Israel Makes It Official

By Richard Becker

On July 19, 2018, the Israeli parliament ratified into law an apartheid system that has long been a reality. "Israel as the Nation-State of the Jewish People" is the newly approved Basic Law in a country where such laws take the place of the constitution Israel has never had.

The "Nation-State" law had been under consideration for many years, but even many ardent Zionists had been opposed, not because they disagreed with its provisions but because it would remove all doubt worldwide about the apartheid character of the regime. For the same reason, many pro-Israel organizations and leaders in the United States spoke out against the law.

Apartheid is a crime against humanity under the International Convention on the Suppression and Punishment of the Crime of Apartheid. Total support from the Trump administration, including moving the U.S. embassy to Jerusalem, was the green light for many members of the parliament (Knesset) to vote for the bill now. At the same time, the massive military and economic support, and diplomatic protection extended by Washington have made Israeli leaders increasingly dismissive of criticism from other governments.

The main clauses of the "Jewish nation-state" law include:

- **Self-determination is "exclusive" to the Jewish people and Israel is the Jewish nation's historical homeland,**
- **Views the establishment of Jewish-only settlements as being in the national interest,**
- **Arabic will be demoted from official language to a "special" status,**
- **Calls the "undivided" city of Jerusalem Israel's capital, and**
- **National symbols include the Israeli flag, menorah, Jewish holidays, Hatikva anthem, the Hebrew calendar, and Israel's Independence Day.**

The vote for the law was 62-55, with most of the opposition – excepting 13 Palestinian Arab members – still motivated by fears of international reaction to openly proclaiming Israel to be a racist state. Ahmed Tibi, one of the dissenting Palestinians legislators, called it "the official beginning of fascism and apartheid."

An openly racist law

Point 1, "Basic Principles" states:

> "A. The land of Israel is the historical homeland of the Jewish people, in which the State of Israel was established. B. The State of Israel is the national home of the Jewish people, in which it fulfills its natural, cultural, religious and historical right to self-determination. C. The right to exercise national self-determination in the State of Israel is unique to the Jewish people."

It should be pointed out that the borders of the "land of Israel" are not defined, as they never have been since the formation of the state in 1948. This is not accidental. From the very beginning, the Israeli colonizers considered their original territory to be insufficient and temporary, and have waged several expansionist wars. Today, crossing into the West Bank one encounters no sign of a border. Not mentioned here, nor anywhere in the law, are the Palestinian people, who comprised 92 percent of the population a century ago, and who were evicted en masse by means of terror in 1948-49.

The "right to exercise national self-determination . . . is unique to the Jewish people" explicitly denies any national rights to the Palestinians who make up 21 percent of the population inside the 1948 borders, and at least 50 percent of those living today in what was the British colony of Palestine.

One of the aims of making the right of self-determination "unique" to Jewish people is to

foreclose such a right for the Palestinians in the case of Israeli annexation of the West Bank.

Not only are national rights denied to Palestinians in the law, but nowhere in the text are to be found the words “equality” or “equal rights.”

As this author wrote in an article on Liberation News in early June:

> “On June 5, the leadership of the Knesset (parliament) voted not to allow even the discussion of a bill calling for equal rights and status for the ‘Arab and Jewish nationalities’ inside the 1948 borders of the Israeli state.”

The bill, titled, “State of All Its Citizens,” was introduced by three members of the Balad party, Jamal Zahalka, Haneen Zoabi and Jouma Azbarga. Balad is one of the parties representing the approximately 1.5 million Palestinians living inside Israel.

Speaker of the parliament, Yuli-Yoel Edelstein, an immigrant to Israel from Ukraine, called ***that*** bill “absurd” and explained why the indigenous Palestinian population must not, from his point of view, be accorded equal rights:

> “We cannot allow a proposal whose goal is to gnaw away at the foundations the State of Israel is built upon to be on the Knesset’s agenda.”

Most of Edelstein’s colleagues were in full agreement. Knesset Legal Adviser Eyad Yinon stated:

> “As a matter of principle and in its details, it’s hard not to see this proposal as seeking to negate the State of Israel’s existence as a state of the Jewish people.”

The admission that a law calling for equal rights for all would “negate” or “gnaw away at the foundations” of Israel undercut the oft-repeated mantra that Israel is the “only democracy in the Middle East.” In fact, racism and exclusivism have always characterized Zionism, the ideological foundation upon which the state of Israel was constructed. While the Balad bill would have been overwhelmingly defeated had it come to the Knesset floor, which was an eventuality that Israeli political leaders sought to head-off at all costs, given the embarrassing public relations consequences.

In another attack on Palestinian rights, Point 3 of the “nation-state” law asserts that “The capital of the state Jerusalem, complete and united, is the capital of Israel.”

Point 4 states that Hebrew is the only state language and downgrades Arabic from an official state language to one with “special status,” meaning that it will not have to be available in state institutions.

Point 5 calls for the “In-gathering of the exiles (sic). The state will be open for Jewish immigration.” This is another blatant apartheid provision. The Israeli state continues to illegally deny the right of return to all Palestinian refugees.

Point 7 stipulates: “The state views the development of Jewish settlement as a national value and will act to encourage and promote its establishment and consolidation.”

Again, it is important to point out that there are no geographical restrictions placed on such settlements. The settlements will be Jewish-only. They constitute an obvious violation of international law in addition to the fundamental right of Palestinians to their land. In their towering arrogance, the rulers of Israel have exposed the profoundly racist character of their state and society. There can be no more credible denials. Now is the time for all people who believe in justice to join in solidarity with the heroic and long-suffering Palestinian people in their struggle for self-determination and liberation.

Courtesy: ***Centre for Research on Globalization, Canada***

Editor’s Note: It is the considered opinion of Tanzeem-e-Islami that the nefarious designs of the global anti-Islam forces can only be defeated by the ***unity*** amongst the Muslim Ummah and ***commitment*** to authentic Islam.

Vol: 27 Regd. No. C.P.L NO.114 No.30

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore